ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

اکتوبر ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خان ناصر

اس کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔

توکل۔ لغت اور اصطلاح کی رو سے :۔

توکل کے لفظی معنی بھروسہ کرنے کے ہیں۔ اصطلاح میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کو توکل کہتے ہیں۔ عام لوگ یا محض خوش فہم یہ معنی سمجھتے ہیں کہ کسی کام کے لئے جدوجہد اور کوشش نہ کی جائے بلکہ چپ چاپ ہاتھ پاؤں توڑے کسی حجرے میں بیٹھے یا خانقاہیت اختیار کئے رہیں اور یہ سمجھیں کہ خدا نے جو کچھ کرنا وہ کرنا ہی ہے وہ خود کردے گا۔ وہ تقدیر اور قسمت کے فیصلوں کی انتظار میں بے حس اور جامد وجود بن جاتے ہیں۔ اسباب، تدبیر، محنت اور جدوجہد سے نہ صرف بے رغبتی بلکہ پہلوتہی اختیار کرتے ہیں۔ ایسی سوچ سراسر وہم ہے اور مذہبی اپاہج پن کا "خوش کن فلسفہ" اور جہالت بھی ہے۔ جس کا دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کے اس بلند اور انتہائی مقام پر نہیں پہنچا اور اس مقام پر ہوتے ہوئے بھی آپ نے کبھی جہد مسلسل اور سعی پیہم کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ آپ نے توکل کی جو تعریف فرمائی وہ بھی یہی ہے۔ چنانچہ ایک اعرابی اونٹنی پر سوار آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں آیا اور آپ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اونٹنی کو چھوڑ کر خدا پر توکل کروں۔ میری اونٹنی مجھے مل جائے گی۔ آپؐ نے فرمایا اس کو باندھ کر خدا پر توکل کرو۔ حضور اقدس کے الفاظ یہ ہیں۔ اعقلھا ثم توکل (ترمذی ابواب القیامۃ)
بیہقی اور کنزل العمال میں قیدھا و توکل کے الفاظ ہیں یعنی اسباب اختیار کرنے یعنی اونٹنی کو باندھنے کی ہدایت فرمائی۔

مولانا جلال الدین رومی نے اس ارشاد نبویؐ کو یوں ادا کیا ہے۔

بر　توکل　زانوے　اشتر　بہ　بند

توکل کے ساتھ "ترکِ عمل" کی غلط فہمی :۔

یہاں اس ابہام کو دور کرنا بھی ضروری ہے کہ قرآن و حدیث سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ توکل کے ساتھ ترک عمل کی راہ نکلتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے جاہلی دور کی رسوم و اوہام تعویذ گنڈے ٹونے ٹوٹکے جھاڑ پھونک اور جنتر منتر سے منع فرمایا اور ایسے لوگوں کو جنت کی خوشخبری دی جو تعویذ گنڈے سے اجتناب کریں گے۔ اگر کسی کا خدا تعالیٰ پر اعتماد اور یقین اٹھ جاتا ہے تو دوسری طرف سعی و عمل کا دامن بھی چھوٹ جاتا ہے۔ توکل سے کہیں بھی بے عملی کا تصور نہیں ابھرتا۔
جامع ترمذی کی ایک حدیث میں مومن کی تشبیہ پرندوں سے دی گئی ہے۔ پرندوں کو رزق دینے کا ذکر کر کے ترک عمل کی دلیل نہیں دی گئی کیونکہ پرندے آشیانہ میں بیٹھ کر دانہ دنکا نہیں پاتے بلکہ وہ ہر سو صحراؤں، پانیوں جھیلوں، دریاؤں اور باغات

کا رخ کرتے ہیں اور جدوجہد کے ساتھ اپنی خوارک حاصل کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... توکل کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"توکل کا مفہوم یہ ہے کہ جہاں تک خدا نے تم کو طاقتیں دی ہیں ان کو پورا استعمال کرو اور اس کے بعد صوفی سے زیادہ خدا پر اعتبار کرو اور کہو جو کمی رہ گئی ہے وہ خدا آپ پوری کرے گا اور پھر خواہ انتہائی مایوسی کا عالم ہو تم ڈٹ کر بیٹھ جاؤ اور کہو ہمارا خدا ہمیں کبھی نہیں چھوڑے گا۔ جیسے رسول کریم ﷺ نے غار ثور میں حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا (توبہ: رکوع ۴) ہمارا کام یہ تھا کہ دشمن سے بچ کر نکل آتے سو ہم نکل آئے اب دشمن ہمارے سر پر آپہنچا ہے تو یہ خدا کا کام ہے کہ وہ ہمیں بچائے سو ڈرنے کی کوئی بات نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ششم صفحہ ۵۲۳)

انبیاء سابقہ اور توکل علی اللہ :۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے جس قدر بھی انبیاء کرام کا ظہور ہوا۔ سب کا ایک مشترکہ مقصد قیام توحید تھا۔ مگر قیام توحید کے راستے میں انبیاء علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں کو آزمائشوں میں سے گزرنا پڑا۔ انہیں بہت زیادہ دکھ دئے گئے۔ مگر ان سب نے جہاں ظاہری تدابیر سے کام لیا۔ سعی و عمل کو اپنایا انہوں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کیا۔ خدا پر بھروسہ کیا اور اس یقین پر قائم رہے کہ ہمارا خدا ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ قرآن کریم نے انبیاء کرام کے صبرو ثبات اور استقامت کی مثالیں پیش کرتے ہوئے آسمانی تائید و نصرت کیلئے ان کے پختہ یقین واعتماد اور توکل علی اللہ کے مضمون کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی مخالفت پر ان کی بلند ہمتی اور توکل علی اللہ کو سورۃ یونس آیت ۷۳ میں حضرت ہود علیہ السلام کے اظہار توکل انی توکلت علی اللہ ربی و ربکم (سورۃ ہود آیت ۵۷) میں حضرت شعیب علیہ السلام کے یقین و توکل کو وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (سورۃ ہود آیت۸۹) اور فتح و نصرت کی امید کے ساتھ توکل (سورۃ الاعراف آیت ۹۰) میں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مقام توکل کو سورۃ یوسف کی آیت ۶۸ میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تمام تدابیر اختیار کرنے کے بعد آپ کے توکل علی اللہ کا مضمون سورۃ یونس کی آیت ۸۵۔۸۶ میں بیان کیا ہے۔ پھر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ بھی یہی تھا جنہوں نے خدا کی راہ میں دنیا والوں کی دوستی اور محبت کی کچھ پروا نہ کی اور جوش محبت میں اپنے رب کو پکارتے ہوئے فرمایا ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر (الممتحنہ: آیت۵) یعنی اے میرے رب میں تجھی پر بھروسہ کرتا ہوں اور تیری طرف ہی جھکتا ہوں اور مجھے تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔

انبیاء کرام کے توکل علی اللہ کا ایک عجیب انداز ہے سارے مخالفانہ حالات اور خطرناک عزائم کے وہ محبت الٰہی میں اس قدر فنا ہو چکے ہیں کہ شدید خطرات میں ایک حد تک اسباب و ذرائع اختیار کرنے کے بعد اپنا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتے ہیں۔

قرآن کریم کا بنیادی اصول :۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے اسوہ فرمودہ قرآن کریم کے مطابق اسباب و تدابیر اور توکل میں کہیں بھی کوئی تصادم اور تضاد نہیں ہے تدبیر اور سعی و عمل پر بھی زور دیا گیا مگر کامیابی کو توقعات کے مطابق سرانجام پانا اللہ تعالیٰ پر موقوف کیا۔ جو اچھے اور بہتر نتائج دینے پر مقتدر ہستی ہے اور وہ جو سب طاقتوں کا سرچشمہ، مسبب الاسباب اور دنیا کی ہر چیز پر محیط ہے۔ وہ توکل علی اللہ یعنی اپنی ذات پر بھروسہ کو ہر عمل پر فوقیت دیتا ہے۔ اور پھر انسانی زندگی میں جہد مسلسل کے ساتھ توکل کو کافی قرار دیا۔ فرمایا ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (سورہ طلاق: آیت ۴)

یعنی جو خدا پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ زندگی خواہ عائلی ہو یا معاشرتی۔ سیاسی اور سماجی زندگی کی کوئی خلفشار ہو۔ آزمائشیں اور ابتلاء ہوں اگر حقیقی توکل کو اختیار کر لیا جائے تو رب کریم کی کفالت سایہ فگن ہوتی ہے اور ایسے توکل کے اثمار یقین و معرفت الٰہی، تقویٰ صبرو استقامت اور محبت الٰہی کے انتہائی مقام سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان مقام توکل :۔

انبیاء سابقین اور تمام تر برگزیدہ صلحاء اتقیاء کے مقام توکل سے بلند تر حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ قرب و محبت الٰہی کے انتہاء درجہ کے مقام پر تھے۔ آپ کی محبت کا اندازہ "قاب قوسین" کے مقام سے ہوتا ہے۔ ایسی محبت پر فائز وجود اپنے رب کریم کے حضور جس مقام توکل پر قائم ہوا۔ قرآن کریم نے اس کا جابجا ذکر فرمایا اور جس قدر انبیاء کرام کے توکل کا مضمون بیان ہوا ہے۔ وہ بھی آپ کی حیات مقدسہ میں پیش آنے والے واقعات ہیں۔ اور در حقیقت یہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جسے بتکرار بیان کیا گیا ہے۔ اور یہی حضرت عائشہؓ کا وہ جامع قول ہے کہ کان خلقہ القرآن یعنی میرے آقا کے خلق اور اسوہ کے بارہ میں کیا دریافت کرتے ہو۔ آپ کا خلق تو قرآن کریم ہے۔ یعنی سارا قرآن ہی آپ کے خلق کو بیان کرنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت الٰہی اور اس کے ثمر توکل علی اللہ کو قرآن کریم نے نہایت واضح طور پر بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے مشورہ اور عمل و جہد کے ساتھ توکل پر قائم رہنے کی تعلیم دی ہے فرمایا۔

"وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللّٰہ انّ اللّٰہ یحب المتوکلین۔
ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ۔
وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون۔ (سورہ آل عمران آیت: ۱۶۰-۱۶۱)

یعنی ہر کام میں ان (مومنوں) سے مشورہ لے لو اور پھر جب پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ بھروسہ رکھنے والوں کو پیار کرتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار ہو تو کوئی تم پر غالب نہ آسکے گا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو پھر

کون ہے جو اس کے سوا تمہاری مدد کر سکے اور مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ یہاں توکل کی اہمیت اور حقیقت ظاہر فرما دی کہ توکل ترک عمل اور بے دست و پا ہو کر بیٹھ رہنے کا نام نہیں۔ پورے عزم و ارادہ اور پوری جدوجہد کے ساتھ کام کو سرانجام دینے کے ساتھ نتیجہ اور ثمرات کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب خدا مددگار ہے تو کوئی بھی دنیا کی طاقت ناکام نہیں کر سکتی اور اگر وہ نہ چاہے تو کسی کی کوشش اور مدد بلکہ تمام طاقتیں مل کر اسے کامیاب نہیں کر سکتیں۔

اسلام کے خلاف سازشوں اور جوڑ توڑ کے ماہر خصوصاً ماحول مدینہ میں منافقین کا گروہ تھا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے یوں راہنمائی فرمائی۔ فاعرض عنهم و توكل على الله و كفى بالله وكيلا (سورۃ النساء آیت ۸۲)

یعنی تو ان منافقوں سے اعراض کر اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھ اور وہی کارساز ہے۔

یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ ان کی سازشیں اور منصوبے تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ ان سے پہلو تہی کیجئے اور درخور اعتنا نہ سمجھئے یہاں عمل کی نفی نہیں کی گئی مگر اصل کارساز خدا تعالیٰ کو قرار دیا۔

دعوت الی اللہ اور تبلیغی جہاد کا ابتدائی سلسلہ اعلانیہ نہ تھا مگر جونہی اعلانیہ دعوت دی تو مخالفین کی کثرت اور قوت سے بے خوف ہو کر دعوت اللہ کرنے کی ہدایت کی گئی اور توکل سے کام کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی۔ چنانچہ فرمایا۔

"وانذر عشيرتك الاقربين واخفض جناحك لمن اتبعك من المومنين۔ فان عصوك فقل انى برى مما تعملون و توكل على العزيز الرحيم الذى يرىك حين تقوم و تقلبك فى السّٰجدين۔ (سورۃ الشعراء آیت:۲۱۵۔۲۲۰)

اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہوشیار کر اور مومنوں میں سے جو تیری پیروی کرے اس کے لئے اپنی شفقت کا بازو جھکا پھر وہ اگر تیرا کہنا مانیں تو کہدے کہ میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور اس غالب اور رحمت والے اللہ پر بھروسہ کر جو تجھ کو اس وقت بھی دیکھتا ہے جب تو عبادت کیلئے اٹھتا ہے اور پھر اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے والوں میں تیرے آنے جانے کو دیکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بڑی جرات اور بے خوفی سے رات کی تنہائیوں میں اٹھ کر مصروف عبادت ہوتے اور مومنوں کو عبادت اور دعاؤں میں مصروف دیکھتے۔ یہ کیفیت درحقیقت توکل کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ اور آپ کے صحابہ دنیا و مافیہا سے بے پروا اپنے رب کے دامن کو پکڑے رہتے۔

پھر دعوت الی اللہ میں پیش آنے والی مشکلات میں خدا تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ کو مقدم کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ فرمایا

وما ارسلنك الا مبشرا و نذيرا قل ما اسئلكم عليه من اجرالا من شاء ان يتخذ الى ربه سبيلا و توكل على الحى الذى لا يموت (سورۃ الفرقان آیت: ۵۷ تا ۵۹)

یعنی میں نے تو تجھے خوشخبری دینے والا اور ہوشیار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تو کہہ دے کہ میں تم سے اس کے سوا اس کام کا کوئی اجر نہیں چاہتا کہ جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے اور اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کرے جس کو موت نہیں۔

(۶) اور پھر کافروں اور منافقوں سے مجتنب رہنے اور آسمانی احکامات پر چلنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلا (سورۃ الاحزاب آیت:۴)

مخالفین کے مسلسل جنگ و جدال اور ان کے صلح کی طرف آمادہ ہونے پر فرمایا کہ تم بھی صلح کی طرح جھک جاؤ اور ان کی آئندہ بد عہدی یا دھوکہ کے باوجود توکل اور بھروسہ کی تعلیم دی۔ فرمایا۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھوا السمیع العلیم
(سورۃ الانفال آیت:۶۲)

اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھک جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو بے شک وہ (دعائیں) سننے والا اور (حالات) جاننے والا ہے۔

(۷) آنحضرت ﷺ کے مقابل پر مخالفت پر کمربستہ یہود بھی تھے جنہیں اپنی دولت علم اور وجاہت پر ناز تھا۔ ان سے بھی بے خوف و خطر دین حق کی تائید کیلئے کھڑا ہونے کا حکم صادر ہوتا ہے۔

"ان ھذا القران یقص علی بنی اسرائیل اکثر الّذی ھم فیہ یختلفون۔ وانہ لھدی ورحمۃ لّلمومنین ان ربک یقضی بینھم بحکمہٖ وھو العزیز العلیم۔ فتوکل علی اللہ انک علی الحق المبین۔ (سورۃ النمل آیت ۷۷-۸۰)

بے شک قرآن کریم بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جس سے وہ بنی اسرائیل اختلاف کرتے ہیں اور یقیناً قرآن کریم مومنوں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے۔ بے شک تیرا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا اور وہی غالب اور خوب جاننے والا ہے پس تو خدا پر بھروسہ رکھ بے شک تو کھلے حق پر ہے۔

یہاں پر بھی واضح کر دیا گیا کہ باوجود مخالفین کی تدبیروں کے ان پر غالب آنے والی اور انجام سے واقف ذات صرف وہی ہے اس لئے اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے آپ کو استقلال سے اپنے کام میں لگے رہنے اور مخالفین کی مخالفت سے بلا خوف و خطر ایک با اختیار اور مقتدر ہستی پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا۔

"فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم" (سورۃ توبہ آیت:۱۲۹)

اگر یہ مخالفین پھر جائیں تو ان سے کہہ دو کہ میرے لئے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اس پر توکل

کیا ہے جو بہت بڑے عرش کا رب ہے۔

(۹) باہمی قومی اختلاف میں بھی آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کا اظہار فرمایا۔

"وما اختلفتم فیہ من شیئی فحکمہ الی اللّٰہ ذٰلکم اللّٰہ ربّی علیہ توکلت والیہ انیب" (سورۃ الشوریٰ آیت:۱۱)

یعنی جس چیز میں تمہارے درمیان رائے کا اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ خدا کے پاس ہے۔ وہی اللہ میرا رب ہے اس پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

(۱۰) پھر آنحضرت ﷺ کا یہ اسوہ بھی پیش کیا گیا کہ خدا تعالیٰ کی آیات اس نادان قوم کو پڑھ کر سناؤ اور تسلی دی جاتی ہے کہ ان کی نافرمانی کی پروانہ کر اور اپنی کامیابی کیلئے خدا پر بھروسہ کر۔ آنحضرت ﷺ نے ایسے توکل کا اظہار فرمایا

"قل ھو ربی لا الہ الا ھو علیہ توکلت والیہ متاب" (سورۃ الرعد آیت:۳۱)

یعنی تو کہہ دے کہ وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ قرآن کریم نے بار بار حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے توکل علی اللہ اور اپنے رب پر یقین و اعتماد کا ذکر کیا اور پھر واضح طور پر یہ بھی بتا دیا کہ آپ نے اپنے رب کریم پر کتنا یقین اور بھرپور توکل کا اعلان کیا۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ کے چند واقعات :۔

آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ توکل علی اللہ کے گرد گھومتا ہے۔ جنگ ہو یا امن کا دور ہو، سر پر خوف منڈلاتا ہو یا قومی تربیت و ترقی کے لئے مجلس ہو ہر کہیں آپ کے توکل علی اللہ کا پہلو مقدم دکھائی دیتا ہے۔ یہاں آپ کی زندگی کے واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

O

جب حضرت رسول کریم ﷺ اذن الٰہی سے مکہ سے ہجرت کے ارادہ سے نکلے تو آپ کے ساتھ صرف صدیق اکبر حضرت ابوبکرؓ تھے آپ نے مکہ سے چند میل دور جبل ثور کی چوٹی پر ایک غار میں پناہ لی۔ دشمن کا اعلان تھا کہ آپ کو گرفتار کرنے والے کو سو سرخ اونٹ انعام میں ملیں گے۔ کوئی ظاہری وسائل آپ کے پاس نہ تھے۔ اس وقت بھی آپ اللہ تعالیٰ کے دامن سے وابستہ تھے۔ سرداران مکہ کے غیض و غضب کی آگ بھڑک اٹھی کہ رسول اللہ ان کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ مگر آپ بڑے اطمینان و سکینت سے غار ثور میں اپنے ایک غم خوار اور بے بس رفیق کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عین اس وقت کھوج لگانے والا بھی غار کے دھانے پر آ پہنچتا ہے۔ وہ قدموں کے نشان غار تک پہنچاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کھوج لگانے والے اور اس کے ساتھیوں کی آوازیں بھی سن رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فکر مند ہیں کہ اب پکڑے جائیں

گے۔ مگر قرآن کریم نے آنحضرت ﷺ کی کیفیت کو یوں بیان کیا۔

"ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا"

(سورۃ التوبہ آیت:۴۰)

جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم مت کر واللہ تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

ایسی عزیمت قلبی اور اللہ تعالیٰ پر اتنا پختہ یقین و اعتماد۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ تاریخ عالم میں ایسی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔

O

اور جب غار ثور سے نکل کر حضرت اقدس ﷺ سوئے یثرب رواں دواں تھے تو دشمن اس وقت بھی انعام کے لالچ میں تعاقب کر رہا تھا۔ سراقہ بن جعشم نے راستے میں آپ کو جالیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپ ذرا بھی خوفزدہ نہ تھے آپ نے ذرا بھی پیچھے کی طرف نہ دیکھا کہ دشمن کتنا قریب ہے اور وہ حملہ کر دے گا۔ سراقہ جب قریب آیا مگر تعاقب میں بار بار کی ناکامی سے اسے یقین ہو گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو اس نے حق کو شناخت کرنے کا اعلان کرتے ہوئے آپ سے ٹھہر جانے کی درخواست کی۔ سراقہ جو چند لمحے پہلے دشمنی اور لالچ میں دیوانہ تھا اب آپ کے قدموں میں تھا۔ آپ کو بھی علم تھا کہ ظاہری اسباب آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور خالق اسباب کے سامنے اسباب و تدابیر کی کچھ حقیقت نہیں۔

سراقہ کی آنکھوں کے سامنے مدتوں محفوظ رہنے والا نقشہ یوں ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گھوڑا دوڑاتے دوڑاتے حضور کے اس قدر قریب ہو گیا کہ

"سمعت قراۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو لا یلتفت وابوبکر یکثر الالتفات" (بخاری جلد اول کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی)

میں رسول اللہ ﷺ کے قرآن پڑھنے کی آواز سن رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ رسول کریم ﷺ ادھر ادھر بالکل نہیں دیکھتے تھے۔ ہاں ابوبکرؓ بار بار دیکھتے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل کا یہ کتنا عظیم الشان واقعہ ہے کہ مسلح دشمن گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے اس قدر قریب آتا ہے کہ حضور اقدس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے گویا آپ اس کے حملے کی زد میں ہیں مگر آپ کوئی گھبراہٹ محسوس نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت میں قلبی تسکین حاصل کر رہے ہیں اللہ کے وعدوں کو یاد کر رہے ہیں جس سے اللہ پر توکل مستحکم تر ہوتا جا رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فکر و تشویش کے باعث بار بار دیکھتے جاتے ہیں۔ اس موقعہ پر محبت الٰہی میں فنا حضرت اقدس کے توکل کی کتنی شاندار مثال ہے۔ نہ سراقہ کے حملہ کی پروا ہے اور نہ اسے در خور اعتنا سمجھتے ہیں۔ نہ کسی فکر کے باعث تیز قدم ہوتے ہیں اور نہ ہی رکتے ہیں نہایت اطمینان سے جا رہے ہیں بے خوف و

خطر۔ وہ کونسی طاقت اور کیا روح کار فرما تھی۔ وہ خدا تعالیٰ پر کامل توکل کا کرشمہ تھا یقین کامل تھا کہ خدا میرے ساتھ ہے وہ خالق اسباب ہے اور اس کے سامنے اسباب کچھ حقیقت نہیں رکھتے اور نہ دنیوی طاقتیں مجھے ہلاک کر سکتیں ہیں۔ آپ کا یہ عظیم الشان توکل ثمر آور ہوا کہ سراقہ جو سو اونٹوں کے لالچ میں آیا تھا۔ آپ سے معافی مانگ کر واپس چلا گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کے دل پر ایسی ہیبت طاری کی کہ دوسرے تعاقب کرنے والوں کو بھی لوٹا دیا۔

O

غزوہ بدر کا واقعہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے توکل کی ایک شاندار مثال ہے۔ خون کے پیاسے سرداران مکہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مدینہ کے قریب بدر میں خیمہ زن تھے وہ ہمیشہ کیلئے اسلام کو نابود کرنا چاہتے تھے۔ جب کہ آپ ایک معمولی تعداد میں اپنے صحابہ کو لے کر نکلے جو بے سرو سامان تھے۔ کسی کے پاس تلوار تھی تو جنگی لباس نہ تھا۔ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھے خدا کے دین کی حفاظت کیلئے ھل من مبارز کا نعرہ لگا رہے تھے۔ اس ساری کیفیت کو دیکھ کر حضرت اقدس ﷺ اپنے رب کی محبت پر نازاں تھے اور اپنے محبوب پر بھروسہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس موقعہ پر یہ دعا کی۔

"اللھم انی انشدک عھدک و وعدک اللھم ان شئت لم تعبد بعد الیوم (بخاری جلد اول کتاب الجھاد)

اے میرے رب میں تجھے تیرے عہد اور وعدے یاد دلاتا ہوں (اور ان کے پورا ہونے کی انتظار میں ہوں) اے میرے اللہ تو چاہتا ہے کہ (یہ گروہ ہلاک ہو جائے) آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے۔

اس موقعہ پر حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا "حسبک یا رسول اللّٰہ فقد الجعت علی ربک کہ بس کیجئے یا رسول اللہ آپ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کر دی۔ آپ کو تو اپنے رب کی محبت پر بڑا فخر تھا۔ جس سے توکل کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ اسی لمحہ خدا تعالیٰ نے خبر دی۔ آپ خیمہ سے نکلے اور فرما رہے تھے۔

"سیھزم الجمع ویولون الدبر بل الساعۃ ادھی و امر (بخاری کتاب الجھاد جلد اول)

ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ یہ وقت ان کے انجام کا وقت ہے۔ اور یہ وقت ان کیلئے نہایت سخت اور کڑوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر کتنا یقین اور بھروسہ تھا اور حضرت ابوبکرؓ کو بتا دیا کہ مجھے خدا کی طرف سے علم دے دیا گیا ہے کہ دشمن شکست کھائے گا اور ذلیل و خوار ہو گا۔

O

آنحضرت ﷺ غزوہ ذات الرقاع سے اپنے صحابہؓ کے ساتھ واپس لوٹ رہے تھے۔ بے آب و گیاہ میدان میں جہاں کہیں کسی کو کوئی خار دار جھاڑی یا سایہ دار درخت ملا۔ دوپہر کا وقت گزارنے کیلئے پھیل گئے۔ آنحضرت ﷺ نے کیکر کے ایک درخت کے نیچے آرام فرمایا اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی حضرت جابرؓ اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم سب سو گئے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں بلایا۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہاں آپ کے پاس ایک دیہاتی آدمی کھڑا ہے آپ نے فرمایا اس نے سوتے میں مجھ پر میری تلوار سونت لی تھی جب میں بیدار ہوا تو وہ تلوار اس کے ہاتھ میں لہرا رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

"فقال تخافنی؟ قال لا۔ فقال فمن یمنعک منّی؟ قال: اللّٰہ' فسقط السّیف من یّدہٖ فاخذ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم السّیف فقال من یمنعک منّی؟ فقال کن خیرُاخذ فقال: تشھد ان لا الہ اللّٰہ وانّی رسول اللّٰہ؟ قال لا و ولکنی اعاھدک ان لا اقاتلک ولا اکون مع قوم یقاتلونک فخلّی سبیلہ فاتی اصحابہ فقال: جئتکم من عند خیر النّاس (بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ ذات الرقاع)

اس (اعرابی مشرک) نے کہا کیا مجھ سے ڈرتا ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ تجھے میرے ہاتھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا "اللہ" (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار "اللہ" کا لفظ بیان فرمایا) اس پر اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی (اور وہ کچھ نہ کر سکا) حضور ﷺ نے تلوار اٹھائی اور فرمایا۔ اب مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے اس پر وہ اعرابی گھبرا کر کہنے لگا آپ درگزر فرماویں۔ آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر ہوں اس نے کہا نہیں لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آئندہ آپ سے کبھی نہیں لڑوں گا اور نہ ایسے لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے جنگ کرتے ہیں۔ آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ اور ان کو بتایا کہ میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو سب سے بہتر ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات بڑی واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنے مولیٰ سے اسقدر محبت تھی کہ آپ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اسی پر بھروسہ کیا جو حی و قیوم ہے آپ کو محبت الٰہی پر اتنا ناز تھا کہ آپ سمجھتے تھے کہ جس کی محبت میں میں فنا ہو کر دائمی حیات پا چکا ہوں وہی مجھے ہر شر سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور پھر محبت الٰہی کا ہی جوش تھا کہ آپ نے اس اعرابی کو توحید کا سبق دیا کہ تم بھی توحید کا عقیدہ رکھ کر محبت و توکل کے چشمہ سے سیراب ہو سکتے ہو اور جب اس نے نہ مانا تو پھر بھی اپنے رب کریم پر توکل ہی کیا اور آزاد کر کے یہ ثابت کیا کہ اللہ پر توکل رکھنے والے کو تو انسانی ہاتھ گزند نہیں پہنچا سکتا۔
اس واقعہ میں توکل کا ایک ثمر بھی ظاہر ہوا کہ اس اعرابی پر حضرت اقدس ﷺ کے حسن اخلاق کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ اس شخص نے اپنی قوم کے سامنے آپ کے خیر الناس ہونے کا اعلان کیا اور آئندہ جنگ نہ کرنے کا عہد کیا۔

O

توکل و اعتماد، محبت سے ظہور میں آتے ہیں اور محبت ہی کسی مقصد کے لئے جرات و شجاعت پیدا کرتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ایک واقعہ غزوہ حنین کا ہے۔ جب آپ میدان کار زار میں تنہا رہ گئے اور چومکھی تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ اس وقت آپ کو خدائے ذوالجلال کے وعدوں پر یقین تھا۔ آپ نے چند ساتھیوں سمیت خوب ثابت قدمی دکھائی۔ حضرت براء بن عازب سے کسی نے میدان جنگ کی کیفیت پوچھی کہ کیا تم لوگ جنگ حنین میں رسول کریم ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ نے کہا بنو ہوازن تیر انداز قوم تھی ہم نے جب حملہ کیا تو وہ بھاگ گئے ان کے بھاگنے پر مسلمانوں نے ان کے اموال جمع کرنے شروع کئے لیکن بنو ہوازن نے ہمیں مصروف دیکھ کر تیر برسائے اور لوگ بھاگے۔ براء بن عازب بیان کرتے ہیں۔

فاما رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلم یفر فلقد رائیتہ وانہ لعلی بغلتہ البیضاء وان ابا سفیان اخذ بلجامھا والنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول

انا النّبی لا کذب ـ انا ابن عبدالمطلب

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے اس وقت میں نے دیکھا تو آپ اپنی سفید خچر پر سوار تھے اور ابوسفیان نے لگام پکڑی ہوئی تھی اور آپ فرما رہے تھے۔ "میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔"

اس موقعہ پر دشمن کا ہدف آپ تھے انہیں سنہری موقعہ ہاتھ آیا تھا۔ مگر جو وجود پہلے ہی اپنے مولیٰ اور محبوب کے وجود میں فنا تھا اسے مزید کسی فنا کا خوف نہ تھا آپ کا مطلوب و مقصود تو ایک ہی تھا جس پر کامل توکل تھا۔ پھر اس خطرناک وقت میں آپ ذرا بھی نہیں گھبرائے اور اعلان کرتے رہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور سچا ہوں۔ جب خون کے پیاسے مقابلہ میں کھڑے تیر برسا رہے ہوں اس وقت اپنی موجودگی کی اطلاع بلند آواز سے دینا جہاں آپ کی جرات اور بہادری ثابت کرتا ہے اللہ تعالیٰ پر آپ کے کامل یقین اور بھروسہ کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

O

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دعا :-

آنحضرت ﷺ کا توکل علی اللہ آپ کی زندگی کے ہر لمحہ میں نظر آتا ہے۔ ہر مشکل وقت میں آپ کی نگاہ اپنے رب کی طرف ہوتی اس کے سوا ہر چیز سے توجہ ہٹا لیتے۔ آپ اسباب کو بھی اختیار کرتے مگر اسباب پر ایسا انحصار نہ کرتے کہ جس سے رب کریم پر ایمان و ایقان متزلزل ہو۔ اسباب پر کبھی بھی بھروسہ نہ کیا اور ہمیشہ خدا کے فضلوں کے امید وار رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہر ایک گھبراہٹ اور بے چینی کے موقعہ پر آپ فرماتے

" لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت و رب العرش الکریم

(بخاری جلد دوم کتاب الدعوات)

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تعالیٰ پر توکّل

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"....واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرتؐ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جان باز اور خلقت کے بیم و اُمید سے بالکل مُنہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکّل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بَلا میرے سر پر آوے گی اور مُشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دُکھ اور درد اُٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدّتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مَولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعاتِ خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکّل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن، اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں ...."

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم والا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا رب ہے وہ عرش کریم کا رب ہے۔

حضور ﷺ کی یہ دعا اور اسی نوع کی صبح و شام، رات کی تاریکیوں اور تنہائیوں میں کی جانے والی دعائیں اللہ تعالیٰ پر توکل کے بلند مقام کو ظاہر کرتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا توکل۔ حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں

سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقام فنا و توکل کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جاں باز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور مرضی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ بھی پروا نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجا لائے اور جو جو شرط مجاہدہ اور وعظ اور نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلا کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔" (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

آنحضرت ﷺ کے توکل علی اللہ کی تاثیرات کیسے ظاہر ہوئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"..... وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی ﷺ پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارہ کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دئے جو کفار ایسی استقامت دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا....."

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۷)

ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے سب انبیاء کرام سے بڑھ کر صبر و استقامت سے اپنے مولیٰ سے وفا کی اور پھر ذات باری تعالیٰ پر وہ اعتماد و توکل کیا جو ہر دور کے ابرار و اخیار کیلئے مشعل راہ ہے۔

کچھ غم نہیں گر لائقِ تعزیر ہوا ہے
دل جس سے قلعہ عشق کا تسخیر ہوا ہے
سینچا ہے شہیدوں نے لہو دے کے چمن کو
ہر قصرِ وفا ایسے ہی تعمیر ہوا ہے
سَر کر لیا ہر معرکہ، ہمّت کے دھنی نے
جو پست ہے وہ شاکیٔ تقدیر ہوا ہے
مٹّی میں تڑپتا ہے پڑا سبطِ پیمبر
کس خون سے تر سینۂ شمشیر ہوا ہے
ہر نقشِ حسین اُبھرا ہے اُلفت کے قلم سے
کس کس کا لہو شوخیٔ تصویر ہوا ہے
بے فائدہ کرتے ہیں نصیر آپ تردّد
کب یہ دلِ وحشی تہِ زنجیر ہوا ہے

(پروفیسر) نصیر احمد خاں

سلسلہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار

الحکم کا اجراء

تاریخ احمدیت کے ریکارڈ کرنے کا اہم کردار

ایڈیٹر کی بے لوث قربانی اور محنت، الحکم دورِ ثانی و ثالث

مرتّبہ: حبیب الرحمٰن زیروی اسسٹنٹ لائبریرین

۱۸۹۷ء جماعت احمدیہ کیلئے ایک یادگار سال ہے۔ جب ندائے آسمانی کی اشاعت کے لئے سلسلہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار "الحکم" کا اجراء ہوا۔ اس وقت قیام سلسلہ پر ۸ سال گزر رہے تھے اور جماعت اپنے ترجمان اخبار سے محروم تھی۔ کبھی کبھی چند ایک اخبارات میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں خبریں چھپ جاتیں۔ مگر آپ کے موقف کی کماحقہ ترجمانی نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور مخلصین جماعت کو اس بات کا احساس تھا کہ جماعت کا اپنا اخبار ہونا چاہئے۔ مگر بہت ساری روکیں اور مشکلات اس راستے میں حائل تھیں۔ تاہم ۱۸۹۷ء کا وہ مبارک سال آگیا جب ایک نہایت مخلص اور تجربہ کار صحافی حضرت شیخ یعقوب علی (تراب) عرفانی...... عزم صمیم کے ساتھ اس ذمہ داری کو اٹھانے کیلئے میدان میں آئے۔ آپ اس وقت امرتسر میں تھے۔ آپ نے الحکم جاری کیا۔ اس سے قبل آپ لاہور کے "پیسہ اخبار" اور "فیروز" میں کام کر چکے تھے اور آپ کے زور قلم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔

حضرت شیخ صاحب نے "الحکم" کی لمبے عرصہ تک ادارت و اشاعت کر کے نہایت اہم کردار ادا کیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلمات طیبات کو محفوظ کیا۔ خطبات و تقاریر اور رپورٹوں کو شائع کیا۔ کوئی لمحہ بھی ایسا نہ ہوتا کہ حضرت اقدس کی مبارک زبان سے الفاظ نکلیں اور آپ نے انہیں ضبط تحریر میں لانے کی سعی نہ کی ہو۔ یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ بلاشبہ آپ میدان صحافت کے شہسوار اور احمدیت کے پہلے مورخ تھے۔ اس عظیم صحافی اور مورخ کا نام ہمیشہ سنہری حروف سے رقم کیا جائے گا۔ الحکم کب اور کیسے جاری ہوا اس کے اغراض و مقاصد کیا تھے۔ درج ذیل ہیں۔

ایڈیٹر و مالک الحکم کا مختصر تعارف:۔

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... الحکم کے ایڈیٹر اور مالک تھے آپ کے خود نوشت حالات کے مطابق آپ کا تعارف

درج ذیل ہے۔

"میرا نام یعقوب علی اور میرے والد کا نام محمد علی ہے۔ لدھیانہ کے محلہ جدید میں منشی احمد جان مرحوم مشہور و معروف صوفی اور اہل اللہ کے جوار میں رہنے کا ہمیں فخر رہا ہے۔....... میرے خاندان کو حضرت مسیح موعود کے خاندان سے اس وقت تیسری پشت کا تعلق ہے۔ بلکہ چوتھی کا....... میری پیدائش نومبر ۱۸۷۵ء کی ہے۔........ ۱۸۸۹ء میں پہلی مرتبہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ اللہ دیا صاحب واعظ انجمن حمایت اسلام نے مجھے پیش کیا اور میرے سنسکرت پڑھنے کا ذکر کیا۔ جس کو سن کر حضرت بہت خوش ہوئے اور ہر قسم کی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا حضرت صاحب کو پہلی...... مرتبہ ملا مگر آپ کی کتاب براہین احمدیہ ۸۸۔۱۸۸۷ء میں میں چوہدری رستم علی خان مرحوم کے ذریعہ دیکھ چکا تھا...... فروری ۱۸۹۲ء میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام لاہور تشریف لے گئے تو میں نے حسب دستور بیعت کرلی۔

(مطبوعہ الفضل ۶ مئی ۱۹۵۸ء)

اخبار نویسی بطور مستقل کام :-

حضرت عرفانی صاحب اخبار نویسی کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"اب اخبار نویسی میرا مستقل کام ہو گیا اور میں نے اس کو "ریاض ہند" اخبار امرتسر کے مکرر اجراء اور احیاء سے شروع کیا مگر "ریاض ہند" کے پروپرائٹر صاحب باوجود یکہ میرا ان پر کوئی بار نہ تھا اسے زندہ نہ رکھ سکے اسی اثناء میں اخبار "فیروز" شیخ فیروزالدین صاحب آنریری مجسٹریٹ امرتسر نے جاری کیا اور میں اس کا پہلا اور آخری ایڈیٹر مقرر ہوا۔ اخبار فیروز ایک کامیاب اخبار تھا اور پیسہ اخبار کا بہترین مقابلہ اپنی قیمت اور مضامین کے لحاظ سے کرتا تھا۔ اس وقت کی اردو اخبار نویسی میں وہ بہترین اضافہ سمجھا گیا۔ مگر بعد میں مجھے شیخ فیروزالدین صاحب سے ایک مقامی معاملہ کے متعلق اختلاف کرنا پڑا اور میں نے "فیروز" کو چھوڑ دیا۔ میاں صاحب نے بھی پھر میرے بعد فیروز کو باوجود ایک عمدہ اور کامیاب اخبار ہونے کے چلانا نہ چاہا اور کہا کہ یا تم اس کو ایڈٹ کرو ورنہ میں بند کر دوں گا۔ مگر مجھے اپنی بات پر ایسا اصرار ہو چکا تھا کہ باوجود ان کی بے حد مہربانیوں کے میں اس وقت ان کے ساتھ نہیں چل سکتا تھا۔ فیروز کی ایڈیٹری کے ایام میں پریس کانفرنس کی تحریک منشی محبوب عالم صاحب نے کی مگر میں نے بحیثیت ایڈیٹر فیروز پریس کانفرنس جو سلسلہ مضامین لکھا وہ اس وقت تک اس زمانے کے مشہور اور قابل قدر اخبارات آزاد اور زمانہ کانپور کے صفحات میں عزت کے ساتھ لیا گیا اور اس کی تائید ہوئی۔ پنجاب کے پریس میں ایڈیٹر الحکم (جو اس وقت ایڈیٹر فیروز تھا۔) اکیلا تھا جس نے پریس کانفرنس کے حسن و قبح پر روشنی ڈالی اور پیسہ اخبار کی کثیرالاشاعتی اور اثر کے سامنے اپنی آواز کو نہ دبایا یہی آواز اور ضمیر کا سوال تھا جس نے مجھے شیخ فیروزالدین صاحب ایسے شریف الطبع بزرگ سے افسوس کے ساتھ الگ ہونے دیا۔ امرتسر کی میونسپلٹی کے ماتحت محکمہ چنگی میں غبن ہو چکا تھا اور ایک لاکھ سے زیادہ کا غبن ثابت کر دیا گیا تھا۔ اس خاص کام کے لیے ایک اخبار "آہلووالیہ" گزٹ "جو اب تک جاری ہے" میری

ایڈیٹری میں نکلا اور امرتسر کے تمام واقف کار لوگ جانتے ہیں کہ اسے میں ایڈٹ کر رہا تھا کیونکہ امرتسر کی سنجیدہ پبلک جو اس معاملہ میں میرے ساتھ تھی وہ جانتی تھی اور یقین کرتی تھی کہ کوئی لالچ اور خوف میرے قلم کو روک نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ بڑے بڑے مخفی بھید ظاہر ہوئے اور بالآخر میونسپلٹی کے سیکرٹری آنجہانی مسٹر نکل کی طرف سے ایک ہزار روپے رشوت کا پیغام مجھے دیا گیا تاکہ میں ضمیر فروشی کر کے چپ ہو جاؤں مگر نیکی اور بھلائی کے فرشتوں نے میری تائید کی اور میں نے ضمیر فروشی کو ایک لعنت سمجھ کر ایک ہزار روپیہ پر تھوک دیا یہ ایک وقت تھا جو میرے لئے اس پیشے میں امتحان کا تھا اور خدا کے فضل سے میں کامیاب ہوا بالآخر وہ میونسپلٹی کے غبن کا سکنڈل آخر کار پبلک کی بہترین خواہشوں کے ساتھ ختم ہوا اور میں نے بھی کمیٹی کی مخالفت...... کرنا چھوڑی اس اثناء میں اور بھی بہت سے کام کرنے پڑے امرتسر کی پریس سوسائٹی کے بعض نقائص پر آزادانہ نکتہ چینی کی اور جب سوسائٹی کے قابل قدر خدمات کو اصلاح کے بہترین اصولوں پر چلتے دیکھا تو اس کے کام میں عملی ہمدردی میرا کام تھا اور اس وقت تک میں لالہ نند لال صاحب کی خدمات کا دل سے معترف ہوں۔

امرتسر کے قیام میں ایک اور رنگ میں بھی مجھے سرکاری خدمات کا موقعہ ملا مسٹر نکل نے میری درخواست کے بدوں بعد میں جبکہ کمیٹی کے معاملات درست ہو چکے تھے میری اس آزاد نکتہ چینی کی قدر کر کے میونسپل کیلئے پریس سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے ایک معقول معاوضہ میں ملازمت میں لینا چاہا مگر میں نے شکریہ سے انکار کر دیا پھر مجھے اخبار "جہاں نما" کی ایڈیٹری کا موقعہ ملا جو سردار نرائن سنگھ صاحب نے جاری کیا تھا مگر افسوس ہے کہ مجھے بہت جلد اس سے الگ ہونا پڑا اور پھر کچھ دنوں تک امرتسر کے مشہور اخبار "پنجاب" کو ایڈٹ کیا۔ اخبار "وکیل" کے قابل قدر پروپرائٹر شیخ غلام محمد صاحب ناصر مرحوم کی ہمیشہ خواہش تھی کہ میں "وکیل" کا چارج لوں مگر محض بعض امور میں اختلاف رائے اس میں مانع رہا اور میں نے پسند نہ کیا کہ اپنی ذاتی رائے کو چند پیسوں پر قربان کروں اسی اثناء میں اگست ۱۸۹۷ء کو ہنری مارٹن کلارک نے ایک نالش حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف کر دی میں نے اس مقدمہ کے حالات دوسرے "جنگ مقدس" کے نام سے لکھے اس وقت مجھے اپنے سلسلہ کی ضروریات کے اعلان اور اظہار کے لئے اور اس پر جو اعتراضات پولٹیکل اور مذہبی پہلو سے کئے جاتے تھے ان کے جوابات کے لئے ایک اخبار کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں "الحکم" جاری کر دیا۔ اس وقت گورنمنٹ پریس کے خلاف تھی اور موجودہ پریس ایکٹ اس وقت بھی قریب تھا جو پاس ہو جاتا تاہم ان مشکلات میں میں نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے امرتسر سے اخبار "الحکم" جاری کیا۔" (مطبوعہ الفضل ۶ مئی ۱۹۵۸ء)

سلسلہ کے اخبار الحکم کے اجراء کا عزم:

اخبار الحکم جاری کرنے کے سلسلہ میں حضرت شیخ صاحب مزید فرماتے ہیں:۔

سلسلہ احمدیہ کیلئے ایک اخبار کی ضرورت و اہمیت ہر سعید روح کی پکار تھی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دل کی آواز۔ چنانچہ مخالفانہ اور غلط خبروں کی تردید اور حضرت اقدس کے موقف کی ترجمانی کیلئے اس اخبار کا اجراء از بس

ضروری تھا۔ حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

"جب ڈاکٹر کلارک نے حضرت اقدس کے خلاف اقدام قتل کی صورت میں ایک مقدمہ کا آغاز کیا تو اس مقدمہ کی روزانہ خبریں شائع کرنے سے دوسرے اخبارات نے انکار کر دیا تب مجھے محسوس ہوا کہ جب تک اپنا آزاد اخبار ہاتھ میں نہ ہو یہ کام نہیں ہو سکتا اور میں نے عزم صمیم اخبار کے اجراء کا کر لیا اور ایسی حالت میں کہ میں خالی ہاتھ تھا۔ محض ارادہ کر لینے کے بعد میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ اجرائے "الحکم" کے متعلق لکھا آپ نے خود جواب تحریر فرمایا۔

"ہم کو اسبارہ میں تجربہ نہیں اخبار کی ضرورت تو ہے مگر ہماری جماعت غرباء کی جماعت ہے مالی بوجھ برداشت نہیں کر سکتی آپ اپنے تجربہ کی بناء پر جاری کر سکتے ہیں تو کر لیں اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔"

پریس ایکٹ کے موافق میں نے ڈیکلریشن داخل کر دیا اس وقت کیپٹن ڈالس ڈپٹی کمشنر تھے۔ کیپٹن ڈالس مجھے ایک شریف دوست کے رنگ میں اخبار جاری نہ کرنے کا باصرار مشورہ دے رہے تھے مگر جس قدر آپ کا اصرار تھا اس سے زیادہ قوت کے ساتھ میرے قلب میں یہ تحریک زور پکڑتی گئی آخر اللہ تعالیٰ کا منشاء پورا ہو گیا الحکم کا ڈیکلریشن منظور ہو گیا اور ۸ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو اس کا پہلا پرچہ شائع ہو گیا اس کے اداریہ کے عنوان میں میں نے یہ شعر لکھا تھا۔

جب توکلت علی اللہ پہ آغاز کیا
پر نکل آئیں گے اور دیکھنا پرواز کیا

ہندوستان کی دنیا نے ان پروں کو نکلتے اور پرواز کو دیکھا آج اس کا لطف اٹھاتے ہوئے مولیٰ کریم کے فضل و کرم کو دیکھتے ہوئے بے اختیار میرا سر اس کے حضور جھکتا ہے اور بے اختیار زبان پکارتی ہے۔ لک الحمد و الشکر یا ربنا

اخبار الحکم قادیان میں:

اخبار الحکم کے مالک اور ایڈیٹر حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی کو کن مراحل سے گزرنا پڑا۔ حضرت شیخ صاحب کے الفاظ میں روداد ملاحظہ ہو۔

۱۸۹۷ء کے آخر میں روزانہ "پیسہ" اخبار کے مکرر اجراء کی تجویز ہو چکی تھی اور منشی محبوب عالم صاحب کی خواہش کے موافق میں نے روزانہ پیسہ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جانا منظور کر لیا تھا میرا خیال تھا کہ الحکم نا ہیڈ کوارٹر لاہور بدل دینا چاہئے اور محض اس خیال سے میں نے پیسہ اخبار کے ساتھ تعلق کو ناگوارہ کر لیا تھا مگر ۱۸۹۷ء کے دسمبر میں جلسہ سالانہ پر میں قادیان آیا تو یہاں ایک مدرسہ کے اجراء کی تجویز ہوئی اور اس کیلئے خدمات کے سوال پر میں نے اپنی خدمات پیش کر دیں اور اس طرح قدرت نے مجھے دیار محبوب میں پہنچا دیا۔...... قادیان میں ایڈیٹر الحکم جنوری ۱۸۹۸ء میں آگیا اور پیسہ اخبار کے ساتھ جو جدید تعلق پیدا کر لیا تھا اسے اور لاہور کے دیگر منافع کو قادیان پر قربان کر دیا اور الحمدللہ میں اس سودے میں نفع مند ہوں...... جب مدرسہ چل پڑا تو میری غرض چونکہ ملازمت تو تھی نہیں اس لیے میں نے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب...... کے مشورہ کے ماتحت مدرسہ سے علیحدہ ہو کر صرف اخبار کے کام کی طرف توجہ کی۔ قادیان میں اس وقت پریس

کی سخت تکالیف تھیں نہ پریس ملتا تھا نہ کل کش اور نہ کاتب اور نہ یہ لوگ قادیان آکر رہنا چاہتے تھے تاہم ایڈیٹر الحکم ان مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا۔" (مطبوعہ الفضل ۶ مئی ۱۹۵۸ء)

الحکم کے پہلے شمارہ کا تعارف:

ہفتہ وار اخبار الحکم جس کا پہلا نمبر ۸ اکتوبر ۱۸۹۷ء کو شائع ہوا اس کے ۱۶ صفحات تھے۔ جس کے ایڈیٹر شیخ یعقوب علی صاحب "تراب" تھے۔ اس سہ کالمی اخبار کے دستور العمل و ضوابط میں خصوصی باتیں یہ رکھی گئیں کہ:۔

۱۔ گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرے گا۔

۲۔ ایسے مضامین جو دلآزار یا مزیل حیثیت عرفی ہوں شائع نہیں کرے گا۔

۳۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مشن کا سچا خادم ہو گا۔

۴۔ ایسے مضامین شائع کرے گا جو ہر پہلو سے اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید ہوں۔

۵۔ اعلیٰ درجہ کے مضامین کا معقول معاوضہ دیا جائیگا بشرطیکہ ہمارے فاضل مضمون نگار لینا پسند کریں گے۔

۶۔ خلاف تہذیب اشتہار کسی قدر اجرت پر بھی شائع نہ ہونگے۔

پہلے صفحے کے دوسرے کالم میں ۱۰۰ فیصدی اور ۷۵ فیصدی کے حساب سے تعداد خریداران پر انعام دینے کا وعدہ دیا گیا جس کی فہرست بھی دی گئی۔ اس طرح "اپنے ناظرین سے ایک اور بات" کے عنوان سے "براھین احمدیہ" کو ہفتہ وار الحکم میں شائع کرنے سے متعلق تجویز پیش کی گئی کہ چار صفحوں پر مشتمل ہر بار تسلسل کے ساتھ براہین احمدیہ شائع کی جائے گی۔

صفحہ نمبر ۲ "غذائے روح" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کلام فارسی زبان میں شائع ہوا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔ ؎

بکوشید اے جوانان تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملّت شود پیدا

ایڈیٹوریل میں ایڈیٹر صاحب نے "اخبار" کی ضرورت سے متعلق لکھا کہ اخبار ہی ایک ایسی شے ہے جو ملک اور اہل ملک کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اسی طرح آزادی پریس سے متعلق اس کی اہمیت و افادیت کا ذکر کیا اور خاص طور پر لارڈ وائسرائے ہند کے عہد کو بہت سی برکتوں کا موجب گردانا جن کے عہد میں دیسی پریس کو جو آزادی ملی وہ پہلے کسی کے عہد میں نہ ملی تھی۔

اسی طرح آپ نے لکھا کہ لاریب اخبار نویسی ایک شریف اور معزز فرض ہے۔ جس کے لئے نیچرل تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ الحکم کو انٹروڈیوس کراتے ہوئے لکھا۔ کہ الحکم نے اپنا مشن پورا کرنے اور دنیا میں راستی اور سلامتی کی روح پھونکنے کیلئے خدا کی تعلیم کی اشاعت کیلئے بھاری بوجھ اپنے سر لیا ہے۔ "الحکم" (دین حق) کا سچا خادم ہوگا۔ (دین) کی زندہ

برکات اور اس کے معارف و اسرار کا ذریعہ جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو ٹھہرایا ہے۔ ان کے مشن کی اشاعت اور تبلیغ الحکم کا مقدم کام ہو گا۔ اور دیسی پریس کی گری ہوئی حالت میں الحکم کی پالیسی ہمیشہ مرنجاں مرنج رہے گی اور تعصب ہٹ دھرمی، غداری کے ناپاک بیج کی جگہ صلح اور سلامتی کی روح پھونکے گا...... یہ مذہبی پرچہ ہی نہ ہو گا بلکہ یورپ اور امریکہ کے ان خیالات کو جو اخلاق اور طریق تمدن اور معاشرت کے نام سے موسوم ہیں اپنی زبان میں لے آئے گا اور مناسب طریق پر اعلیٰ تعلیم کی اشاعت کا ذریعہ ہو گا۔

"ایڈیٹوریل بریف نوٹس" کے عنوان سے مکرم و محترم منشی نبی بخش صاحب کا بہت بہت شکریہ ادا کیا گیا۔ جنہوں نے الحکم کے چھ خریدار پیدا کر کے پیشگی قیمت بھجوانے کا وعدہ کیا۔

صفحہ نمبر۴ پر کالم نمبر۲ مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کا مضمون "اقوام عالم کے معبود اور ان کی پرستش" کی پہلی قسط شائع کی گئی۔ جس میں زمانہ قدیم میں توحید کے عنوان سے بتایا کہ ابتدائے عالم میں انسان محض خدائے واحد کی پرستش کرتا تھا۔ پھر میکس مولر کی تحقیق بیان کی ہے۔ جس میں چینیوں اور ہندوؤں کے عقائد کا ذکر کیا ہے۔ "اشیاء موجودات کی پرستش" کے عنوان کے تحت بڑی سرخی آسمانی اور آسمانی اجرام کی پرستش کا حال لکھا گیا ہے۔

صفحہ نمبر۵ کالم ۲ "مکاتیب دلچسپ" کے عنوان سے مستقل کالم ایسے مکتوبات شائع کرنے کیلئے رکھا گیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مذاہب کے لیڈروں یا اپنے بعض راسخ الاعتقاد مریدوں کے نام مکتوب لکھے ہیں۔

پہلا خط مکرم نور احمد ساکن لودھی ننگل کا ہے جو شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔

صفحہ ۶ کالم نمبر۳ "کالم استفسار" کے عنوان سے مستقل کالم ایسے استفساروں کے متعلق رکھا گیا جو مسائل دینیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس کالم میں "سوالات حل طلب" کے عنوان سے مکرم فیض احمد ویکسی نیٹر ضلع جہلم کے ۵ سوالات شائع کیے گئے۔

صفحہ ۷ کالم نمبر۱ "مہدی آخر الزماں اور ہم اور ہمارے مخالف مسلمان"۔ قابل توجہ گورنمنٹ کے عنوان سے قسط نمبر۱ شائع ہوئی۔ جس میں آمد مہدی آخر الزماں سے متعلق لوگوں کے عقائد اور پھر ابوداؤد کی حدیث سے آمد کو ثابت کیا ہے۔

صفحہ ۷ کالم نمبر۱ "ہمارا انجام کیا ہو گا" از قلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صادق اور کاذب کی نشانیاں بتلائی ہیں۔ اور بتایا ہے کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میں آخر کار فتح مند ہوں گا اور ہر ایک الزام سے میری بریت ظاہر کر دے گا اور مجھے غلبہ ہو گا اور میری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی اور خدا تعالیٰ زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

صفحہ نمبر۹ کالم نمبر۲ ایک درخواست دعا اور ایک اشتہار ہے۔

صفحہ نمبر۱۰ کالم نمبر۱ "امام الوقت کے تازہ کارنامے" کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شائع کردہ اشتہار کا

خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر۱۱ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے "ایک ضروری فرض کی تبلیغ" کے عنوان سے اشتہار ہے جس میں ایک مدرسہ کھولنے کی تجویز پیش کی گئی ہے۔ جس میں بچوں کو بتایا جائے کہ اسلام کیا شے ہے اور کیا کیا خوبیاں اپنے اندر رکھتا ہے اور جن لوگوں نے اسلام پر حملے کئے ہیں وہ حملے کیسے خیانت اور جھوٹ اور بے ایمانی سے بھرے ہوئے ہیں اس کام کے لئے ایسی کتابیں تالیف ہوں جن کے تین حصے ہوں۔ پہلا حصہ ان اعتراضات کے جواب میں ہو جو عیسائیوں اور آریوں نے اپنی نادانی سے قرآن اور اسلام اور ہمارے نبی ﷺ پر کئے ہیں۔ دوسرا حصہ اسلام کی خوبیوں اور اس کی کامل تعلیم اور اس کے ثبوت میں ہوں۔ تیسرا حصہ ان مذاہب باطلہ کے بطلان کے بیان میں ہو جو مخالف اسلام ہیں اور یہ کتابیں اس مدرسہ میں جو انٹرنس کی تعلیم تک ہو انگریزی تعلیم کے ساتھ ساتھ پڑھائی جائیں۔

صفحہ ۱۲ اس صفحہ پر اشتہارات، موسم کا حال، غلہ کا نرخ وغیرہ بیان کئے گئے۔

صفحہ ۱۳ تا ۱۶ براہین احمدیہ جلد ا صفحہ ا سے شروع کر کے عربی فارسی اور اردو اقتباسات تحریر کئے گئے۔

ہفت روزہ الحکم ریاض ہند پریس امرتسر چھپ کر شائع ہوا۔

اخبار کا رجسٹرڈ نمبر ۳۸۱ تھا اس کے مؤسس و ایڈیٹر اول حضرت شیخ یعقوب علی تراب احمدی الکبیر الاسدی تھے۔ اس دور کا ۱۸۹۷ء سے آغاز ہوا اور ۱۹۵۴ء تک مسلسل چلا۔ درمیان میں ۱۹۲۵ء سے ۱۹۲۷ء تک بوجہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی کے دورہ یورپ و سیاحت بلاد اسلامیہ اس کا التوا رہا اور درمیان میں بھی کبھی کبھی۔ اس کی آخری جلد ۵۷ ویں تھی۔

الحکم کا دور ثانی و ثالث:۔

الحکم ایک لمبا عرصہ نہایت کامیابی سے جاری رہا مگر بعض ناگزیر حالات کی بناء پر بند ہو گیا تھا ۱۹۳۴ء میں الحکم کا دوبارہ اجراء ہوا اس دور ثانی میں مکرم محترم شیخ محمود احمد صاحب عرفانی فرزند اکبر حضرت عرفانی الاسدی کو کام کرنیکا موقعہ ملا۔ دور ثالث میں مکرم محمد سلیمان صاحب خالد عرفانی نبیرہ عرفانی الکبیر اور جمیلہ پروین صاحبہ ادیب فاضل بنت محمود احمد صاحب عرفانی کو بحیثیت معین مدیرہ کام کرنے کا موقعہ ملا۔ دور ثالث کا جلد اول اور سلسلہ نمبر کے حساب سے دور قدیم کی جلد ۵۳ تھی۔ اس دور کا آغاز ۷ مئی ۱۹۵۱ء سے ہوا۔ جس کی تاریخ کی مطابقت ۳۰ رجب ۱۳۷۰ھ سے ہوتی ہے اس کا آخری پرچہ الحکم سلسلہ قدیم جلد نمبر ۵۷ مورخہ ۷۔ ۱۴ جولائی ۱۹۵۴ء ہے اور سلسلہ نمبر پرچوں کا ۱۳۔۱۴۱ پر ختم ہوا۔"

اخبارات اور رسائل:۔

حضرت عرفانی صاحب نے جو مختلف اخبارات و رسائل جاری کئے ہفتہ روزہ بدر قادیان میں اس کی تفصیل یوں ہے۔

"حضرت عرفانی صاحب نے "الحکم" سالار، وفادار، اخبارات نکالے اور رسالے احمدی خاتون، تادیب النساء جاری

فرمائے۔ مصر سے عرفانی صاحب کی تحریک پر مکرم محترم محمود احمد صاحب عرفانی نے "اسلامی دنیا" جاری فرمایا تھا۔"

الحکم کے کاتب: (ا)۔ محمد جعفر (۲) ولی الدین (۳) فخر الدین (۴) عبدالکریم (۵) ست نرائن (۶) امیر خاں (۷) عبدالرؤف (۸) عبدالحفیظ

معاونین کے نام: (ا) حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب معہ خاندان۔ (۲) سیٹھ یوسف الہ دین صاحب و سیٹھ علی محمد صاحب و حافظ صالح محمد صاحب و مسیح الدین الہ دین و بشیر الدین الہ دین وغیرھم۔ (۳) شیخ داؤد علی صاحب عرفانی فرزند حضرت عرفانی صاحب وارنگل۔ (۴) سیٹھ شیخ حسن صاحب احمدی یادگیر اور ان کا خاندان خصوصا سیٹھ محمد عبدالحی صاحب احمدی یادگیر۔ (۵) محمد اسمٰعیل صاحب فاضل وکیل ہائی کورٹ یادگیر(عاجز راقم)۔ (۶) غلام قادر صاحب شرق سکندر آباد دکن معہ خاندان۔ (۷) مکرم سید حسن صاحب کامی گوڑہ معہ خاندان۔ (۸) مولوی محمد عثمان صاحب والد محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی حیدر آباد۔ (۹) مکرم محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی حیدر آباد دکن۔ (۱۰) سیٹھ محمد حسین صاحب چنتہ کنٹہ اور ان کے لڑکے سیٹھ معین الدین صاحب چنتہ کنٹہ۔

معاونین کے نام: سلسلہ احمدیہ کے لئے اخبار الحکم کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کیلئے اس اخبار نے بڑا عظیم الشان کام کیا ہے۔ حضرت اقدس کے الہام "اخبار شائع ہو گیا" کی نوید اس کی اشاعت سے پوری ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی........ نے اس اخبار کے دوسرے دور کے آغاز پر جو مکتوب تحریر فرمایا وہ درج ذیل ہے۔

"الحکم سلسلہ کا سب سے پہلا اخبار ہے اور جو موقع خدمت کا اسے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری زمانہ میں اسے اور "بدر" کو ملا ہے وہ کروڑوں روپیہ خرچ کر کے بھی اور کسی اخبار کو نہیں مل سکتا۔

میں کہتا ہوں کہ الحکم اپنی ظاہری صورت میں زندہ رہے یا نہ رہے لیکن اس کا نام ہمیشہ کیلئے زندہ ہے۔ سلسلہ کا کوئی مہتم بالشان کام اس کا ذکر کئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ تاریخ سلسلہ کا حامل ہے لیکن دل یہی چاہتا ہے کہ الحکم جس کا نام ہی بتا رہا ہے کہ ابتداء ایام سے سلسلہ کے افراد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا درجہ سمجھتے تھے اپنی ظاہری صورت میں زندہ رہے..... (الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۴۳ء جلد ۴۷ نمبر ۱)

"الحکم" اخبار نصف صدی سے زائد عرصہ تک دنیا میں حق کی آواز کو بلند کرتا رہا۔ اگرچہ آج یہ اخبار ظاہری طور پر موجود نہیں مگر اس کی یاد زندہ ہے اور اس کا کردار زندہ جاوید ہے۔ اس اخبار نے سلسلہ احمدیہ کی وہ خدمت کی ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گی۔

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

اخاء ۱۳۷۶ھش

اکتوبر ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر
نصر اللہ خان ناصر

پبلشر:۔ چوہدری محمد ابراہیم
پرنٹر:۔ قاضی منیر احمد
مطبع:۔ ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت:۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس شمارہ میں

• اداریہ ــــ صہ ۲
• امام الکلام ــــ ۳
• کلام الامام ــــ ۴
• عربی منظوم کلام ــــ ۵
• فارسی منظوم کلام ــــ ۶
• آنحضرتؐ کی سیرت کا ایک اہم پہلو
توکل علی اللہ ــــ ۷
• غزل ــــ ۱۹
• سلسلہ احمدیہ کے سب سے پہلے اخبار
الحکم کا اجراء ــــ ۲۰
• کیپٹن ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس
حالات وافکار ــــ ۲۹

جلد نمبر ــــ ۳۸
شمارہ نمبر ــــ ۱۰

شرح چندہ

پاکستان ــــ ساٹھ روپے سالانہ
قیمت فی پرچہ ــــ چھ روپے

بیدار مغز، منصف مزاج اور حق پسند

کیپٹن ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس

حالات و افکار

تحریر:۔ عاصم جمالی

> ".........جب تک دنیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں اور کروڑوں افراد تک پہنچے گی ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کیلئے اسی کو چنا....."۔
>
> (حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ)

پرانے زمانہ سے ہی برصغیر ہند کی دولت اور پیداوار کا دنیا بھر میں چرچا ہے اور پھر یہ علاقہ قدیم سے ہی ایک بڑا تجارتی مرکز بھی چلا آ رہا ہے۔ وسطی ایشیا' مشرق وسطی' عرب اور فارس کے تاجر ہندوستان کو ایک اچھی تجارتی منڈی سمجھتے تھے ایسا ہی یورپین قومیں بھی تجارت کی خواہش مند تھیں۔ سترھویں صدی عیسوی میں یورپین قومیں خصوصاً پرتگیزی فرانسیسی ڈچ اور انگریزوں نے مشرق کا رخ کیا۔ جنوبی ہندوستان اور بنگال میں اپنی تجارتی کوٹھیاں بنائیں مقامی حکمرانوں سے تجارتی سہولتیں حاصل کیں انگریزوں نے مغل شہنشاہ جہانگیر سے تجارتی معاہدات کئے اور مراعات حاصل کیں اور جب ہندوستان میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا تو انگریزوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور بہت جلد بنگال' جنوب مشرقی ساحل مدراس' مالا بار اور پھر شمالی ہندوستان پر اپنا تسلط جمایا اور بالآخر سندھ اور پنجاب اور شمالی مغربی سرحدی علاقہ کو بھی زیر نگیں کیا۔ ایسٹ

انڈیا کمپنی کی تجارتی حیثیت جب سیاست و حکومت میں بدل گئی اور حکومت برطانیہ نے براہ راست اس ملک کی زمام اقتدار سنبھالی تو اپنی بصیرت اور عدل و انصاف سے امور مملکت ایسے رنگ میں سرانجام دئے کہ ہر کہیں امن کا دور دورہ ہوا۔ جب کہ اس سے پہلے طوائف الملوکی تھی اور سکھا شاہی سے بدامنی اپنے پورے عروج پر تھی۔

انگریزی عملداری میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحت چار قسم کے عہدے ہوتے تھے۔ سب سے اوپر طبقہ گماشتہ (Senior Factor) اس سے نیچے گماشتہ صغیر (Junior Factor) پھر نویسندہ اور سب سے نیچے کار آموز (Apprentice) عہدیداروں کا تقرر عموماً انگلستان میں کمپنی کی مرکزی حیثیت سے ہوتا تھا۔ ۱۷۵۰ء کے قریب برصغیر میں ملازمتوں کی خواہش جنون کی حیثیت اختیار کر گئی۔ ۱۷۹۳ء میں ایک ضابطہ ملازمت بنایا گیا جو Code of regulations 1793 کہلاتا تھا۔ اس کے تحت کلکٹروں کا کام مالیہ کی وصولی تک محدود ہو گیا۔ جو ریونیو بورڈ کلکٹر کے ماتحت قرار پایا۔ ججوں اور مجسٹریٹوں کا کام صوبائی عدالتوں دیوان اور نظامت عدالت کی نگرانی میں دے دیا گیا۔ ۱۸۹۳ء میں بھرتی کا جملہ اختیار کورٹ آف ڈائریکٹر کے اراکین کے ہاتھ میں تھا۔ فارسی کی تدریس کے لئے اردو کا وسیلہ ڈھونڈنا پڑتا تھا اور نووارد سول ملازم فارسی سیکھنے کیلئے پہلے اردو میں کسی قدر شد بد پیدا کرتے تھے۔

(اردو زبان اور ادب میں مستشرقین کی علمی خدمات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ صفحہ ۴۳ تا ۵۲ از ڈاکٹر رضیہ نور محمد مکتبہ خیابان ادب لاہور ۱۹۸۰ء)

کیپٹن مانٹیگو ولیم ڈگلس :۔

سول ملازمین میں سے ڈسٹرکٹ گورداسپور کے ایک ڈپٹی کمشنر کیپٹن مانٹیگو ولیم ڈگلس بھی تھے۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر عیسائیوں، ہندوؤں اور مولویوں کی طرف سے دائر شدہ مشترکہ مقدمہ اقدام قتل کا فیصلہ کیا تھا۔ مقدمہ مذکورہ اگست ۱۸۹۷ء میں دائر کیا گیا تھا۔ اس مقدمہ کی جملہ تفصیلات کی بابت رسالہ انصار اللہ کے کالموں میں سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ اس مقدمہ کے منصف جناب ایم، ڈبلیو، ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حالات و افکار اور شخصیت کے بعض پہلو ہدیہ قارئین ہیں۔

تادم تحریر کیپٹن ڈگلس کے ابتدائی حالات یعنی تاریخ پیدائش، مقام پیدائش، والدین، تعلیم، کیپٹن بننے تک کے حالات اور گورداسپور تک بطور ڈپٹی کمشنر تعیناتی پردہ اخفاء میں ہیں۔ البتہ ان کی وفات ۱۹۵۷ء میں ۹۳ سال کی عمر میں ہوئی جس سے موصوف کا سن ولادت ۱۸۶۴ء بنتا ہے۔ دوران مقدمہ رویہ اور بعد میں موصوف سے ملنے والے دوستوں کے تاثرات کہیں کہیں کھوج لگانے سے مل جاتے ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی کی ریسرچ سوسائٹی نے انڈین پنجاب کے اضلاع کے بارے میں جو معلومات کتابی صورت میں شائع کی ہیں وہ بشتر امپیریل گزیٹر کے اقتباسات پر مشتمل ہیں۔ ان میں جو معلومات ضلع گورداسپور کے بارے میں دی گئی ہیں وہ زیادہ تر تاریخی معلومات اور وہاں کی صنعتی و تجارتی حالات کے بارے میں ہیں جن میں حکام کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ آپ کے نام کے ساتھ اضافہ شدہ الفاظ مثلاً کیپٹن سی۔ ایس۔ آئی اور سی۔ آئی۔ ایس سے

ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آپ کے اعزازی القاب ہیں۔

حضرت مسیح موعودؑ اور کیپٹن ڈگلس :-

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیپٹن ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کی تعریف میں اس کی بیدار مغزی، محنت کشی، منصف مزاجی، حق پسندی، خدا ترسی کا ذکر فرمایا ہے اور یہ کہ انہوں نے عبدالحمید (گواہ مقدمہ) کے بیان اور اس کے پانچ تائیدی گواہوں کے بیان پر اعتبار نہ کر کے اپنے حق پسند کانشنس کی آواز پر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو مزید تحقیقات کا حکم دے کر اصل حقیقت معلوم کرلی۔ آپ نے فرمایا:-

"چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس مقدمہ کی اصلیت ظاہر کرنی منظور تھی اس لئے اس نے ایک ایسے حاکم بیدار مغز اور محنت کش اور منصف مزاج حق پسند خدا ترس یعنی جناب **کپتان ایم ڈبلیو ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر ضلع گورداسپور** کے ہاتھ میں مقدمہ دیا۔" (کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ا)

مزید حضور نے فرمایا کہ "خدا تعالیٰ نے ڈگلس کے دل میں القاء کیا کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے اور اس کے دل کو غیر مطمئن کر دیا۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۶۹)

حضور نے کیپٹن موصوف کے چہرے کا دوران مقدمہ بغور مطالعہ فرمایا تھا اور ایک مجلس میں بیان فرمایا کہ:-

"میں دیکھتا تھا کہ ڈپٹی کمشنر اصلیت کے کھل جانے پر بڑا خوش تھا اور ان عیسائیوں پر اسے سخت غصہ تھا جنہوں نے میرے خلاف جھوٹی گواہیاں دی تھیں۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۴۶)

اسی طرح آپ نے فرمایا:-

"اس (یعنی کیپٹن ڈگلس) نے فیصلہ سناتے وقت مجھے کہا کہ مبارک ہو۔ آپ بری ہوئے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۴۶)

"اس دانشمند اور منصف مزاج ڈپٹی کمشنر نے معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ سراسر جھوٹا اور بناوٹی ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۳۲)

"ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جس کی پیشی میں یہ مقدمہ تھا پوری طرح تحقیقات کر کے آخر مجھے کہا کہ آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ آپ بری ہیں۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۷۸)

آپ نے اسی مجلس میں ڈگلس کے متعلق بتایا کہ:-

"اس نے معلوم کر لیا تھا کہ اصل میں کوئی بات نہیں۔ یہ معلوم کر کے وہ ایسا خوش ہوا اور ہمیں اس کے تبسم سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایسا خوش ہے جیسا کسی کو بہت سا مال و دولت حاصل ہونے کی بھی اتنی خوشی نہیں ہوتی۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۴۵)

ابتداء مقدمہ کا حضور ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"ڈگلس صاحب نے نہایت عزت اور احترام سے مجھے بلایا اور کرسی دی حالانکہ مجھے ان باتوں کی ایک ذرہ بھی پروا نہیں۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۷)

اپنی بریت کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ:۔

"یہ وہ ابراء کا نشان ہے جو مسٹر ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے پورا ہوا۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۶۹)

نیز فرمایا کہ:۔

"اصل بات یہ ہے کہ فراست اچھی چیز ہے۔ انسان اندر ہی اندر سمجھ جاتا ہے کہ یہ سچا ہے۔ سچے میں ایک جرات اور دلیری ہوتی ہے۔ جھوٹا انسان بزدل ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے رفقاء اپنے محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔ مقدمہ کے کئی سال بعد ۷، مئی ۱۹۰۷ء کو آپ نے کیپٹن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "موصوف شاید اب شملہ میں ہیں۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۴۵)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... اپنی کتاب حیات احمد مطبوعہ ۱۹۵۳ء میں لکھتے ہیں کہ "کیپٹن ڈگلس جو اب میجر ہیں اور زندہ ہیں۔" (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۶۱۱)

مقدمہ اقدام قتل میں حکمت ۔ حضرت مسیح ناصری سے مماثلت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مسٹر ایم۔ ڈبلیو ڈگلس کی عدالت میں مقدمہ اقدام قتل میں یہ حکمت بیان فرمائی کہ اس سے آپ کی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام اور مسٹر ڈگلس کی اس دور کے حاکم اور منصف پیلاطوس کے ساتھ بعض مشابہتیں سامنے آئیں۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام کتاب البریہ میں فرماتے ہیں:۔

"ایک بڑی الٰہی حکمت اس مقدمہ کے دائر ہونے میں یہ تھی کہ تا خدا تعالیٰ اس طور سے بھی میری مماثلت حضرت مسیح سے ثابت کرے اور میری سوانح کی اس کی سوانح سے مشابہت' لوگوں پر ظاہر فرمادے۔ چنانچہ وہ تمام مماثلتیں اس مقدمہ سے ثابت ہوئیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ:۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی گرفتاری کیلئے ان کے ایک نام کے مرید نے جس کا نام یہودا اسکریوطی تھا یہودیوں سے تیس روپیہ لیکر حضرت مسیح کو گرفتار کروایا۔ ایسا ہی میرے مقدمہ میں ہوا کہ عبدالحمید نامی ایک میرے ادعائی مرید نے نصرانیوں کے پاس جا کر اور ان کی طمع دہی میں گرفتار ہو کر ان کی تعلیم سے میرے پر ارادہ

قتل کا مقدمہ بنایا۔"

دوسری مماثلت یہ کہ مسیح کا مقدمہ ایک عدالت سے دوسری عدالت میں منتقل ہوا تھا ایسا ہی میرا مقدمہ بھی امرتسر کے ضلع سے گورداسپور کے ضلع میں منتقل ہوا۔

تیسری مماثلت یہ کہ پیلاطوس نے حضرت مسیح کی نسبت کہا تھا کہ میں یسوع کا کوئی گناہ نہیں دیکھتا ایسا ہی کپتان ڈگلس صاحب نے عین عدالت میں ڈاکٹر کلارک کے روبرو مجھ کو کہا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔

چوتھی مماثلت یہ کہ جس روز مسیح نے صلیبی موت سے نجات پائی اس روز اس کے ساتھ ایک چور گرفتار ہو کر سزا یاب ہو گیا تھا ایسا ہی میرے ساتھ بھی اسی تاریخ یعنی ۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو اسی گھڑی میں جب میں بری ہوا تو ملکی فوج کا ایک عیسائی بوجہ چوری گرفتار ہو کر اسی عدالت میں پیش ہوا۔ چنانچہ اس چور نے تین مہینہ قید کی سزا پائی۔

پانچویں مماثلت یہ کہ مسیح کے گرفتار کرانے کیلئے یہودیوں اور ان کے سردار کاہن نے شور مچایا تھا کہ مسیح سلطنت روم کا باغی ہے اور آپ بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ ایسا ہی محمد حسین بٹالوی نے عیسائیوں کا گواہ بن کر عدالت میں محض شرارت سے شور مچایا کہ یہ شخص بادشاہ بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے مخالف جس قدر سلطنتیں ہیں سب کاٹی جائیں گی۔

چھٹی مماثلت یہ کہ جس طرح پیلاطوس نے سردار کاہن کے بکواس پر کچھ بھی توجہ نہ کی اور سمجھ لیا کہ مسیح کا یہ شخص پکا دشمن ہے۔ اسی طرح کپتان ایچ۔ ایم۔ ڈگلس صاحب کے محمد حسین بٹالوی کے بیان پر کچھ بھی توجہ نہ کی اور اس کے اظہار میں لکھ دیا کہ یہ شخص مرزا صاحب کا پکا دشمن ہے اور پھر اخیر حکم میں اس کے اظہار کا ذکر تک نہیں کیا اور بالکل بے ہودہ اور خود غرضی کا بیان قرار دیا۔

ساتویں مماثلت یہ ہے کہ جس طرح مسیح کی گرفتاری سے پہلے خبر دی گئی تھی کہ اس طرح تجھے گرفتار کریں گے اور تیرے قتل کرنے کیلئے کوشش کریں گے اور آخر خدا تجھے ان کی شرارت سے بچالیگا۔ ایسا ہی مجھے خدا تعالیٰ نے اس مقدمہ سے پہلے خبر دے دی اور ایک بڑی جماعت جو حاضر تھی سب کو وہ الہامات سنائے گئے اور جو حاضر نہیں تھے ان میں سے اکثر احباب کی طرف خط لکھے گئے تھے اور یہ لوگ سو سے کچھ زیادہ آدمی ہیں۔"

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۵۔۴۶)

رومی حکومت کے پیلاطوس اور انگریز منصف مسٹر ڈگلس میں امتیاز

انگریزی حکومت کے عدل و انصاف کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مجلس میں بیان فرمایا:۔

"مامور چونکہ عدل اور راستی لاتا ہے۔ اس لیے اس سے پہلے کہ وہ مامور ہو کر آئے عدل اور راستی کا اجراء ہونے لگتا ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اس رومی سلطنت سے جو مسیح کے زمانہ میں تھی یہ سلطنت بمراتب اولیٰ اور افضل ہے۔ اگرچہ اس کا اور اس کا قانون ملتا جلتا ہے لیکن انصاف یہی ہے کہ اس سلطنت کے قانون کسی سے دبے ہوئے نہیں ہیں اور مقابلہ سے دیکھا جاوے تو معلوم ہو گا کہ رومی سلطنت میں وحشیانہ حصہ ضرور پایا جاوے گا۔ لیکن یہ بزدل تھی کہ یہودیوں کے خوف سے خدا کے پاک اور برگزیدہ بندے مسیح کو حوالات دیا گیا۔ اس قسم کا مقدمہ مجھ پر بھی ہوا تھا۔ مسیح علیہ السلام کے خلاف تو یہودیوں نے مقدمہ کیا تھا مگر اس سلطنت میں میرے خلاف جس نے مقدمہ کیا وہ معزز پادری تھا اور ڈاکٹر بھی تھا۔ یعنی ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا جس نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ بنایا اور اس نے شہادت پوری بہم پہنچائی......" (ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۵۴۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہر دو مقدموں "کے کردار" کے متعلق اپنی کتاب کشتی نوح میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ فرق ہماری جماعت میں ہمیشہ تذکرہ کے لائق ہے۔ جب تک . نیا قائم ہے اور جیسے جیسے یہ جماعت لاکھوں کروڑوں افراد تک پہنچے گی۔ ویسی ویسی تعریف کے ساتھ اس نیک نیت حاکم کا تذکرہ جاری رہے گا اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ خدا نے اس کام کے لئے اسی کو چنا۔" (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵۲)

دوران مقدمہ حضرت اقدس کے ساتھ مسٹر ڈگلس کا رویہ :

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی .... (جو اس مقدمہ کے عینی گواہ بھی تھے) اور اس میں بطور اخبار نویس بعد منظوری درخواست ازاں کیپٹن ڈگلس صاحب کی عدالت میں پیش ہوئے تھے اور موصوف نے آپ کو اجازت دے کر آپ کے لئے ایک کرسی ذرا پیچھے رکھوا دی تھی۔ آپ کی کرسی کے چار فٹ کے فاصلے پر ڈاکٹر کلارک اور پنڈت رام بھجدت وکیل کرسی پر بیٹھے تھے۔ حیات احمد میں ہے کہ ڈاکٹر کلارک نے جب آپ کو دیکھا تو اس نے کہا کہ

"مجھے یعقوب اخبار نویس کی حاضری پر اعتراض ہے" پنڈت رام **بھجدت** نے اسے...... منع کیا۔ مگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ کیا اعتراض ہے۔ وہ ایک اخبار نویس ہے اسے حق ہے اور حضرت اقدس سے دریافت کیا

کہ آپ کو کوئی اعتراض ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر ڈاکٹر صاحب کو اعتراض ہے کہ وہ میرا مرید ہے تو میں اسے کہہ دیتا ہوں وہ ڈاکٹر صاحب کے پاس خاطر سے باہر چلا جائے۔ چنانچہ شیخ صاحب حضرت صاحب کے حکم کی تعمیل میں باہر چلے گئے۔ بعد میں پنڈت رام بھجدت وکیل نے شیخ صاحب کو بتایا کہ ڈاکٹر کلارک تمہارے قلم کو تلوار سمجھتا ہے۔" (حیات احمد جلد دوم بر سلسلہ قدیم جلد چہارم صفحہ ۴۰۱)

حضرت اقدس تو گویا تیار ہو کر ہی آئے تھے اس لئے قیام گاہ پر کچھ دیر ٹھہر کر ۱۰ بجے سے کوئی آدھا گھنٹہ پیشتر مقام عدالت کو معہ جماعت کے روانہ ہوئے۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور ڈاک بنگلہ میں قیام فرما تھے اور اسی جگہ آپ نے عدالت کا کام شروع کیا۔ جب حضرت ڈاک بنگلہ کے احاطہ میں داخل ہوئے اور ابھی تشریف فرما نہ ہوئے تھے کہ چپڑاسی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت کو سلام کیا اور عرض کیا کہ صاحب آپ کو سلام دیتے ہیں اور ساتھ ہی اس نے کہا کہ آپ کے لئے کرسی رکھی ہوئی ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ مسٹر ڈگلس نے پہلے سے حکم دیا ہوا تھا کہ جونہی مرزا صاحب آئیں تو ان کو میرا سلام دو اور لے آؤ۔ (حیات احمد جلد دوم بر سلسلہ قدیم جلد چہارم صفحہ ۴۰۱)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت سے قبل مولانا نور الدین صاحب کی شہادت ہوئی ان کی سادہ ہیئت یعنی ڈھیلی ڈھالی سی بندھی ہوئی پگڑی اور کرتے کا گریبان کھلا ہوا اور شہادت ادا کرنے کا طریق نہایت صاف اور سیدھا ایسا موثر تھا کہ خود صاحب ڈپٹی کمشنر بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ خدا کی قسم اگر یہ شخص کہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اس پر پورا پورا غور کرنے کیلئے تیار ہوں گا۔ مولوی نورالدین صاحب نے عدالت سے دریافت کیا مجھے باہر جانے کی اجازت ہے یا اس جگہ کمرہ کے اندر رہوں ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو اجازت ہے جہاں آپ کا جی چاہے جائیں۔

(حیات احمد جلد دوم بر سلسلہ قدیم جلد چہارم صفحہ ۵۹۹)

۲۳ اگست ۱۸۹۷ء کو باوجودیکہ بارش ہو رہی تھی۔ پھر بھی کثرت سے لوگ جماعت کے سوا فیصلہ سننے کیلئے جمع ہو گئے تھے۔ ۱۲ بجے کے قریب حضرت کو بلایا گیا اور ہم لوگ آپ کے ساتھ کمرہ عدالت میں گئے۔ ڈگلس صاحب نے فوراً ہی فرمایا مرزا صاحب آپ کو عزت سے بری کیا جاتا ہے آپ چاہیں تو ڈاکٹر کلارک اور ان گواہوں پر مقدمہ کر سکتے ہیں۔ حضرت اقدس نے جواباً فرمایا میں کسی پر مقدمہ کرنا نہیں چاہتا میرا مقدمہ آسمان پر دائر ہے۔ اس وقت بے اختیار ڈگلس کے منہ سے یہ لفظ بھی نکل گئے تھے کہ اگرچہ یہ مقدمہ صرف عیسائیوں کی طرف سے تھا اور مجھ کو ایک بڑے پادری کا خط بھی آیا تھا مگر مجھ سے یہ بدذاتی نہیں ہو سکتی۔"

(حیات احمد جلد دوم بر سلسلہ قدیم جلد چہارم صفحہ ۴۰۱)

کپتان ڈگلس بیان کرتے ہیں اس مقدمہ سے بہت سرگردان تھے۔ جس طرف نکلا کرتے تھے آپ کو مرزا صاحب نظر

آتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ انصاف جو تمہاری قوم کا خاصہ ہے اس کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

(حیات طیبہ صفحہ ۲۳۰ از شیخ عبدالقادر سابق سوداگر مل)

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی.......سے کرنل ڈگلس کی ملاقات

حضرت خلیفتہ المسیح الثانی...... ۱۹۲۴ء میں سفر یورپ پر تشریف لے گئے تو اس موقعہ پر بیت فضل لندن کے سنگ بنیاد کیلئے لندن میں بھی قیام فرمایا۔ ۲۱ ستمبر ۱۹۲۴ء کو کرنل ڈگلس نے حضور سے ملاقات کی۔ جس کی روئیداد حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی...... کے الفاظ میں یوں ہے۔

"آج شام کو ۲ بجے کرنل ڈگلس کی ملاقات کا وقت مقرر تھا کرنل ڈگلس وہی ڈگلس ہے جس نے ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کو خارج کیا تھا...... کرنل ڈگلس کے دل پر حضرت مسیح موعود کے اخلاق اور عظمت کا ایک خاص اثر ہے جہاں جہاں وہ رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہمیشہ ذکر کرتے رہے ہیں...... وہ (کرنل ڈگلس۔ناقل) وقت مقررہ پر تشریف لائے حضرت جس وقت آئے تو وہ تعظیم کیلئے اٹھ کھڑا ہوا اور نہایت محبت سے کہا کہ آپ میرے دوست کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد شریف کو میں دوست رکھتا ہوں۔ کرنل ڈگلس کو مقدمہ کے واقعات اب تک یاد ہیں اور وہ ان کا ذکر اپنے انگریز دوستوں سے کرتے رہتے ہیں...... کرنل نے دریافت کیا کہ کیا آپ کانفرنس کیلئے آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ کانفرنس اصل مقصد نہیں البتہ وہ محرک ضرور ہے۔ میں تو اس لئے آیا ہوں کہ ممالک یورپ میں اشاعت...... کی مستقل سکیم آپ حالات کا مطالعہ کر کے تجویز کروں۔ کرنل حضرت صاحب کی ملاقات پر اظہار خوشنودی کر کے اجازت لے کر رخصت ہوا۔"

(الفضل قادیان ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴)

اس کے بعد ۲۸ ستمبر ۱۹۲۴ء کو چار بجے حضرت خلیفتہ المسیح الثانی...... نے بانیان مذہبی کانفرنس اور مختلف مذاہب کے نمائندوں اور لیکچراروں اور لندن کے بعض معززین کو چائے پر بلایا جن میں کرنل ڈگلس نے بھی شرکت کی۔

حضرت بھائی عبدالرحمٰن قادیانی...... کی مرتبہ رپورٹ حالات لندن میں کرنل ڈگلس کے فوٹو کے بارہ میں لکھا۔

"کرنل ڈگلس کا چونکہ احمدیہ تاریخ میں نمایاں طور پر ذکر ہوا کرے گا اور ہمارے ہاں اس کا کوئی فوٹو نہ تھا لہٰذا تجویز کیا گیا ہے کہ ان کا فوٹو لے لیا جاوے۔ چنانچہ حضرت کی منظوری کے بعد سٹڈی روم میں ہی جہاں حضرت صاحب ملاقات فرما رہے تھے حضرت میاں شریف احمد صاحب نے فلش لائٹ کے ذریعہ حضرت صاحب کا اور کرنل ڈگلس کا فوٹو لیا۔" (الفضل قادیان ۸ نومبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۳)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی تحریرات میں کیپٹن ڈگلس کا ذکر

(۱)　روایت نمبر ۲۴۳ سیرت المہدی مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب میں ہے کہ
۲۳ اگست ۱۸۹۷ء یوم فیصل مقدمہ اقدام قتل کیپٹن ایم ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایک اور دائر شدہ مقدمہ انکم ٹیکس جس کا فیصلہ ۱۷ دسمبر ۱۸۹۷ء کو ہوا تھا اس وقت ڈپٹی کمشنر ٹی۔ ڈکسن ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور تھے۔ یعنی اگست اور دسمبر کے درمیان کیپٹن ڈگلس ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور سے تبدیل کر کے کہیں اور تعینات کر دیا گیا تھا۔

(۲)۔　روایت ۲۵۰:۔　بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے جب قتل کے مقدمہ میں حضرت صاحب نے ایک موقعہ پر کپتان ڈگلس کے سامنے فرمایا کہ مجھ پر قتل کا الزام لگایا گیا ہے۔ اور آگے بات کرنے لگے۔ تو اس پر ڈگلس فوراً بولا کہ میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا۔ اور جب اس نے فیصلہ سنایا تو اس وقت بھی اس نے یہ الفاظ کہے کہ مرزا صاحب میں آپ کو مبارک دیتا ہوں کہ آپ بری ہیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ڈگلس ان دنوں میں ضلع کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ اور فوجی عہدہ کے لحاظ سے کپتان تھا۔ اس کے بعد وہ ترقی کرتے کرتے جزائر انڈیمان کا چیف کمشنر ہو گیا اور اب پنشن لے کر ولایت واپس جا چکا ہے۔ اس وقت اس کا فوجی عہدہ کرنیل کا ہے۔ آدمی غیر متعصب اور سمجھدار اور شریف ہے۔ ولایت میں ہمارے مبلغ مولوی مبارک علی صاحب بنگالی نے ۲۸ جولائی ۱۹۲۲ء کو اس سے ملاقات کی تو اس نے خود بخود ان کے ساتھ مقدمہ کا ذکر شروع کر دیا۔ کہنے لگا میں غلام احمد (مسیح موعود) کو جانتا تھا اور میرا یقین تھا کہ وہ نیک بخت اور دیانتدار آدمی ہیں اور یہ کہ وہ اس بات کی تعلیم دیتے ہیں جس کا انہیں خود یقین ہے۔ لیکن مجھے ان کی موت کی پیشگوئیاں پسند نہ تھیں کیونکہ وہ بڑی مشکلات پیدا کر دیتی تھی۔...... (گفتگو انگریزی زبان میں ہوئی جسے یہاں ترجمہ کر کے اردو میں لکھا گیا ہے۔")
(سیرت المہدی جلد اول ایڈیشن ثانی ۱۹۳۵ء ص ۲۴۹)

(۳)۔　بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ مارٹن کلارک کے مقدمہ میں ایک شخص مولوی فضل دین حضور کی طرف سے وکیل تھا...... جب مولوی فضل دین نے حضرت صاحب سے پوچھا کہ اگر اجازت ہو تو میں مولوی محمد حسین صاحب کے حسب و نسب کے متعلق کوئی سوال کروں۔ حضرت صاحب نے سختی سے منع فرما دیا کہ میں اس کی اجازت نہیں دیتا اور فرمایا لا یحب اللہ الجھر بالسوء......"　(سیرت المہدی ایڈیشن دوم ۱۹۳۵ء)

لندن میں مسٹر ڈگلس صاحب کی بقیہ زندگی ـ حالات و افکار

ریٹائرمنٹ کے بعد مسٹر ڈگلس اپنے وطن واپس چلے گئے جہاں وہ فن مصوری میں دل بہلاتے رہے۔ جماعت کے سرکردہ

احباب کا ان سے رابطہ رہا۔ اس دوران ان کے تاثرات و افکار بھی قابل ذکر ہیں۔

(۱)۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کو (بیت فضل) لندن کے احاطہ میں ایک میٹنگ بسلسلہ یوم التبلیغ زیر صدارت کرنل مانٹیگو ڈگلس کی گئی اس میں آپ نے ایک موقع پر فرمایا ڈاکٹر کلارک جس نے یہ مقدمہ دائر کیا تھا۔ اس کی شکل تو مجھے بالکل یاد نہیں رہی۔ البتہ مرزا صاحب کی شکل مجھے خوب یاد ہے۔ میں نے قلم سے ایک دفعہ ان کی تصویر [illegible] بھی تھی۔ پھر جب میں نے ان کی فوٹو دیکھی تو بعینہ اس کے مطابق پائی۔" (ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۳۹ء صفحہ ۳۹)

(۲) حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحب اپنی کتاب Life of Ahmed میں مسٹر ڈگلس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) "وہ مقدمہ جس کی کارروائی کرنل ڈگلس نے سنی کوئی عام مقدمہ نہ تھا۔ اگرچہ مستغیث ایک آدمی تھا لیکن اس کی پشت پناہی پوری عیسائی قوم کی طرف سے تھی جس کا وہ نمائندہ تھا۔ جیسا کہ کرنل ڈگلس نے بتایا کہ اس مقدمہ کا پنجاب حکومت کی طرف سے بغور مشاہدہ کیا جا رہا تھا۔ اور وہ مشاہدہ کرنے والا پنجاب کا لیفٹیننٹ گورنر بھی تھا۔ یہ قابل غور بات ہے کہ وہ چرچ مشنری سوسائٹی کا ممبر بھی تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ سرکاری وکیل کو بطور خاص اس مقدمہ کے لیے ہدایت بھی تھی۔

(۳)۔ شیخ مبارک احمد صاحب کرنل ڈگلس سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے نتیجہ لکھتے ہیں۔

"ڈگلس چاہتے تھے کہ [illegible] مقدمہ (کرنے والے) لوگوں کو سزائیں دیں۔ مگر مرزا صاحب کے خلاف اس قدر تعصب تھا اور لوگ برافروختہ ہوئے تھے کہ.....(ڈگلس صاحب نے) یہی مناسب سمجھا کہ ان پر سختی نہ کی جائے مبادا حالات اور زیادہ کشیدہ ہو جائیں۔ اس لئے انہیں سزائیں دینے سے گریز کیا۔ یہ تمام واقعہ وہ ایسے پیرایہ میں بیان کر رہے تھے کہ سننے والا محسوس کرتا تھا کہ وہ اس میں ایک عزت اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ جو ایک نیک کام کرنے والے کو نیکی کر کے محسوس ہوتا ہے اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے حقیقت کو پا کر اپنے ہم مذہب لوگوں کا خیال نہ کرتے ہوئے حق اور راستی کا ساتھ دیا......اگرچہ انہوں نے ربوہ کو دیکھا تو نہیں تھا مگر ان کا حافظہ انہیں اس قطعہ اراضی کو Locate کرنے میں اس قدر مد ثابت ہوا کہ فوراً وہ جگہ پہچان لی اور کہا کہ وہاں سے کئی دفعہ انہیں گذرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ بھی ذکر کیا کہ میرا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام انسان تھے۔ اور خدا کے رسول، جیسے دوسرے انبیاء کرام۔ میں انہیں خدا نہیں مانتا اور نہ ہی میں تثلیث کا قائل ہوں اور مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعود) کو بھی خدا کا برگزیدہ انسان اور نبی تصور کرتا ہوں۔ مگر ان پر ایمان لانا اس لئے ضروری نہیں سمجھتا کہ حضرت مسیح کے وجود اور ان کی پیروی سے میری تسلی ہو جاتی ہے۔"

(کرنل ڈگلس کے ساتھ ایک ملاقات۔ از قلم شیخ مبارک احمد مطبوعہ روزنامہ المصلح کراچی ۲۸ ستمبر ۱۹۵۳ء

(۵) مولوی عبدالقدیر صاحب سابق مبلغ سیرالیون کرنل ڈگلس سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اداریہ

اصلاحِ نفس کا اہم ذریعہ ــــ محاسبہ

تربیت و اصلاح کے لئے محاسبہ کا عمل نہایت ضروری ہے اور یہ عمل انسان کی ایک فطری خواہش "آگے بڑھنے" کو پورا کرنے کا موجب ہے کہ وہ زندگی کے ہر میدان میں ترقی کرے۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کی ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشوونما ہو۔ اس کا آنے والا دن گزرنے والے دن سے بہتر ہو۔ اس کا مستقبل ماضی کی تلخیوں کو بھلا دینے والا ہو۔ ہر صبح اسے نئی منزل کی طرف لے جائے اور ہر شام اس کی کامیابیوں پر منتج ہو۔

ہر انسان کے اندر یہ تڑپ اور جذبہ کارفرما ہے اور یہ جذبہ ہی عزم و ارادہ میں ڈھلتا ہے۔ انسان اپنی صلاحیتوں سے کام لے کر کیسے آگے بڑھ سکتا ہے۔ اِس کا ایک ہی بڑا ذریعہ ہے کہ اپنے عمل میں جو کمی اور کوتاہی رہ گئی ہے اسے دُور کرے اور یہ کام بغیر محاسبہ کے نہیں ہو سکتا۔ اسے ہم محاسبۂ نفس یا خود احتسابی بھی کہہ سکتے ہیں۔

محاسبہ کے لئے یہ امر قابلِ توجہ ہے کہ ہر شخص کو علم ہو کہ اس کی ذمہ داریاں یا فرائض کیا ہیں اور پھر انہیں احسن طور پر ادا بھی کرے۔ اور جب وہ اپنے مصروف اوقات کے بعد تنہائیوں کی گود میں جائے تو اپنے گزرے ہوئے لمحات پر غور کرے۔ اپنے نفس کو ٹٹولے کہ اس نے کس کس ذمہ داری کو ادا کیا ہے اور کس میں کوتاہی برتی ہے اور ذمہ داری ادا نہیں کی اس سے کس کے حقوق تلف ہوئے ہیں۔ اِس طرح بیتے ہوئے لمحات کا بغور جائزہ لینا ہوگا۔

یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ حقوق اور فرائض کا گہرا تعلق ہے۔ ایک شخص جو کسی ذمہ داری یا فرض کو ادا کرتا ہے وہ دوسرے کا حق بنتا ہے۔ چنانچہ مرد و عورت، امیر و غریب، ملازم اور افسر، مزدور اور مالک اپنی ذمہ داریوں اور حقوق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے باہم مربوط و منسلک ہیں۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ حقوق کا لفظ تو بڑا دلکش ہے۔ اِس سے ہر کوئی آشنا ہے اور چاہتا ہے کہ اُسے اپنے حقوق حاصل ہوں مگر بسا اوقات اپنے فرض اور ذمہ داری کی ادائیگی کو نظر انداز کر دیتا ہے جبکہ فرائض کے بجالانے سے ہی دوسروں کے حقوق کا تعین ہوتا ہے اور اِس غرض کے لئے ہی محاسبہ ضروری ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے محاسبہ کے لئے تقوٰی کو بنیاد قرار دیا ہے اور بہتر ثمرات و نتائج کے لئے یہ لائحہ عمل دیا ہے۔ فرمایا:-

> "چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقوٰی سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔" (کشتی نوح)

محاسبۂ نفس کے لئے تقوٰی کی یہی راہ مفید اور نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں تقوٰی کی اِس راہ پر چل کر اپنے محاسبہ کی توفیق دے۔ آمین

"گزشتہ سال اگست کے مہینہ میں مجھے لندن میں آپ سے ملاقات کا موقع ملا۔ آپ اگرچہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور سہارے کے بغیر چلنا پھرنا ممکن نہ تھا تاہم آپ کے ذہن میں ۱۸۹۷ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر مقدمہ اقدام قتل کے واقعات پوری طرح محفوظ تھے۔ بلکہ آپ کے انداز بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ اس واقعہ کی تفصیلات آپ کی دل کی گہرائیوں میں پوری طرح جاگزیں ہیں اور آپ ان سے ایک خاص کیفیت اور لذت محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ جب میں اپنے دوستوں کے ہمراہ آپ کے مکان پر پہنچا تو آپ اپنے عزیزوں کا سہارا لئے ہوئے سیڑھیاں اتر کر ڈرائنگ روم میں آئے اور صوفے پر بیٹھ کر باہمی تعارف کے بعد اپنی کمزور اور دھیمی آواز میں ۱۸۹۷ء کا واقعہ سنانے لگے اور ہمیں بتایا کہ آپ نے کیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھتے ہی یقین کر لیا تھا کہ آپ قتل کا اقدام نہیں کر سکتے اور عبدالحمید کے بیانات کو سن کر جان لیا تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ اور جب عبدالحمید کو عیسائی مشن سے نکال کر پولیس کی تحویل میں دیا گیا تو اس نے روتے ہوئے صاف صاف بیان کر دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہرگز اسے قتل کرنے کو نہیں بھجوایا تھا بلکہ ان لوگوں نے اسے ڈرا دھمکا کر ایسا بیان دینے پر مجبور کیا تھا۔

کرنل ڈگلس جب تک زندہ رہے اپنی زندگی کے اس اہم ترین واقعہ کا تذکرہ کرتے رہے اور جب بھی کوئی احمدی لندن میں آپ سے ملاقات کرنے جاتا تو اس واقعہ کی روئیداد ضرور بیان کرتے اور نہایت عقیدت مندانہ لب و لہجہ میں کہتے کہ میں نے تو مرزا غلام احمد صاحب کو دیکھتے ہی یقین کر لیا تھا کہ یہ شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔" (پیلاطوس ثانی۔ کرنل مانٹیگو ولیم ڈگلس روزنامہ الفضل مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۵۷ء)

(۵) یوم التبلیغ مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء کی میٹنگ منعقدہ (بیت فضل) لندن میں کرنل ڈگلس نے اپنے صدارتی خطاب میں بیان کیا کہ:۔

"مجھ سے بارہا یہ سوال کیا گیا ہے کہ احمدیت کا سب سے بڑا مقصد کیا ہے؟ میں اس سوال کا یہی جواب دیتا ہوں کہ "اسلام میں روحانیت کی روح پھونکنا" بانی جماعت احمدیہ نے آج سے پچاس برس پیشتر یہ معلوم کر لیا کہ موجودہ زمانہ میں مذہب اور سائنس کا میلان کس طرف ہوگا۔ مثلاً یہ کہ مادہ فنا ہو جاتا ہے اور اس لئے اس زندگی کے بعد ایک روحانی زندگی جاری ہوگی۔ پروفیسر جینز اپنی کتاب Mysterious World میں لکھتے ہیں کہ مادہ غیر فانی چیز نہیں ہے اور دنیا ایک وسیع خیال کی طرح ہے نہ کہ ایک مشین کی طرح جو مادی اشیاء سے وابستہ ہے۔ وہ بالفاظ دیگر ایک وسیع خیال کی جگہ ایک بڑی روح کہہ سکتے تھے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ خدا ایک روح ہے۔ پھر تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ احمدیت کا ایک مقصد اسلام کو موجود زمانہ کی زندگی کے مطابق پیش کرنا ہے۔ میں نے جب ۱۸۹۷ء میں بانی جماعت احمدیہ کے خلاف مقدمہ کی سماعت کی تھی اس وقت جماعت کی تعداد چند سو سے زیادہ

نہ تھی۔ لیکن آج دس لاکھ سے بھی زیادہ ہے۔ پچاس سال کے عرصہ میں یہ نہایت شاندار کامیابی ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ موجودہ نسل کے نوجوان اس کی طرف زیادہ توجہ دیں گے اور آئندہ پچاس سال کے عرصہ میں جماعت کی تعداد بہت بڑھ جائے گی۔"

(مسیح محمدی کا پیلاطوس (بیت فضل) لندن میں" از مولانا جلال الدین شمس صاحب مطبوعہ "ریویو آف ریلیجنز" ستمبر ۱۹۳۹ء)

کرنل ڈگلس اور چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب :

سر محمد ظفراللہ خان نائب صدر عالمی عدالت ہیگ نے ۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو حسب ذیل بیان دیا:۔

"میں نے دو مرتبہ کرنل ڈگلس سے لندن میں ملاقات کی ہے۔ ایک مرتبہ تو مکرمی مولانا عبدالرحیم درد صاحب مرحوم بھی میرے ساتھ تھے کرنل صاحب نے بیان کیا کہ جب مقدمہ اقدام قتل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام میری عدالت میں تشریف لائے تو آپ کو دیکھتے ہی مجھ پر یہ اثر ہوا تھا کہ جو الزام اس شخص پر لگایا جا رہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔"

دوسری بات کرنل صاحب نے یہ بیان کی تھی کہ:۔

"میرا پختہ ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سچے نبی تھے اور میرا یہ بھی ایمان ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہیں۔" (حیات طیبہ صفحہ ۲۳۲)

شیخ مبارک احمد صاحب نے کرنل ڈگلس سے اپنی ایک ملاقات کا ذکر کیا اور لکھا کہ چوہدری صاحب کے بارہ میں کرنل ڈگلس نے اس طرح ذکر کیا:۔

"انہوں نے دریافت کیا کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کا کیا حال ہے؟ اور احمدیت کی مخالفت کا کیا حال ہے؟ چوہدری صاحب موصوف کی ہستی اور ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ چوہدری صاحب کے قیمتی وجود کی قدر کرنی چاہئے۔"

("کرنل ڈگلس کے ساتھ ایک ملاقات" از شیخ مبارک احمد مطبوعہ روزنامہ "المصلح" کراچی ۲۸ ستمبر ۱۹۵۳ء)

عکس تحریر :۔

ایک عکس آپ کی خودنوشت تحریر کا بھی قابل ذکر ہے جس کے نیچے ترجمہ درج ہے۔ یہ عکس کتاب حیات طیبہ مصنفہ عبدالقادر (سابق سوداگرمل) کے صفحہ ۲۳۳ کے بالمقابل ہے اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف مقدمہ کا انحصار اس نوجوان کی شہادت پر تھا۔ جس کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ قادیان سے پادری مارٹن کلارک کو قتل کرنے کے لئے امرتسر پہنچ کر سب سے پہلے کہاں گیا۔ تو اس نے

جواب دیا کہ وہ سب سے پہلے امریکن مشن میں گیا تھا۔ جہاں پرنسپل ڈاکٹر گرے نے اسے منہ نہ لگایا۔ اس کے بعد وہ سی ایم ایس مشن میں گیا جہاں اسے داخل کر لیا تھا۔ اس کی غرض محض روٹی حاصل کرنا تھی۔ جرح میں اس نے تسلیم کیا کہ اس کا ارادہ ریورنڈ مارٹن کلارک پر قاتلانہ حملہ کرنے کا نہیں تھا۔ بلکہ یہ قصہ مشن کے عملہ نے از خود گھڑا تھا۔

جب مرزا صاحب بے قصور قرار دیئے گئے تو آپ اپنی نشست سے اٹھے اور نہایت فیاضانہ انداز میں اعلان کیا کہ میں مسٹر مارٹن کلارک کے ان بے بنیاد الزامات سے جو ان پر لگائے گئے ہیں بالکل بری الذمہ قرار دیتا ہوں۔" (حیات طیبہ صفحہ ۲۴۳)۔ دستخط انگریزی مسٹر ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس ۲۶ ستمبر ۱۹۴۶ء)

کرنل ڈگلس کی وفات :

ابتداً کیپٹن ایم۔ ڈبلیو۔ ڈگلس ضلع گورداسپور میں بطور ڈپٹی کمشنر تعینات ہوئے۔ بعد میں ترقی کرتے کرتے میجر اور کرنل بنے اور...... ریٹائر ہونے سے قبل جزائر انڈیمان کی چیف کمشنری کے معزز عہدہ تک پہنچے۔ (ریویو آف ریلیجنز قادیان ستمبر ۱۹۳۹ء ص ۴۸)

آپ کی وفات ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کو ہوئی جناب مولود احمد خان صاحب امام (بیت فضل) لندن کی طرف سے جو تار موصول ہوا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

لندن ۲۵ فروری ۱۹۵۷ء کرنل ڈگلس جنہوں نے عیسائی پادریوں کے جھوٹے مقدمے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بری قرار دیا تھا۔ آج یہاں ۹۳ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ (روزنامہ الفضل ۲۸ فروری ۱۹۵۷ء)

الغرض مسٹر مانٹیگو ولیم ڈگلس ایک اعلیٰ پایہ کا مدبر، عظیم منصف اور بیباک اور نڈر حاکم و افسر تھا آپ کا نام رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ کیونکہ آپ کو مسیح محمدی کے پیلاطوس ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اور بلاشبہ پیلاطوس اول کے مقابلہ پر پیلاطوس ثانی اعلیٰ درجہ کا دلیر منصف اور صاحب بصیرت حاکم ثابت ہوا۔

(بقیہ صفحہ) سامنے جانے والے ہیں (بخاری کتاب الدعوات) خدا تعالیٰ کے قرب کی اتنی خواہش تھی کہ ہمیشہ آپ خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہتے تھے اللّٰھم اجعل فی قلبی نورًا وفی بصری نورًا وفی سمعی نورًا وعن یمینی نورًا وعن یساری نورًا و فوقی نورًا وتحتی نورًا وامامی نورًا و خلفی نورًا واجعل لی نورًا (بخاری کتاب الدعوات عن ابن عباس) یعنی اے میرے رب! میرے دل میں بھی اپنا نور بھر دے اور میری آنکھوں میں بھی اپنا نور بھر دے اور میرے کانوں میں بھی اپنا نور بھر دے اور میرے دائیں بھی تیرا نور ہو اور میرے بائیں بھی تیرا نور ہو اور میرے اوپر بھی تیرا نور ہو اور میرے نیچے بھی تیرا نور ہو اور میرے آگے بھی تیرا نور ہو اور میرے پیچھے بھی تیرا نور ہو اور اے میرے رب میرے سارے وجود کو نور ہی نور بنا دے۔" (دیباچہ تفسیر القرآن صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳)



کرنل مانٹیگو ولیم ڈگلس اور مولانا جلال الدین صاحب شمس

(بیت الفضل لندن میں — ۳۰ جولائی ۱۹۳۹ء)

Monthly **ANSARULLAH** Rabwah

EDITOR: NASRULLAH KHAN NASIR

Regd. No. CPL-92 October 1997



کپتان مانٹیگو ولیم ڈگلس ڈپٹی کمشنر گورداسپور (۱۸۹۷ء)

امام الکلام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو زمانے

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"....خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح کو دو حصوں پر منقسم کر دیا۔ ایک حصہ دُکھوں اور مصیبتوں اور تکلیفوں کا اور دوسرا حصہ فتحیابی کا تا مصیبتوں کے وقت میں وہ خُلق ظاہر ہوں جو مصیبتوں کے وقت ظاہر ہوا کرتے ہیں اور فتح اور اقتدار کے وقت میں وہ خُلق ثابت ہوں جو بغیر اقتدار کے ثابت نہیں ہوتے۔ سو ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قسم کے اخلاق دونوں زمانوں اور دونوں حالتوں کے وارد ہونے سے کمال وضاحت سے ثابت ہو گئے۔ چنانچہ وہ مصیبتوں کا زمانہ جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں شامل حال رہا۔ اس زمانہ کی سوانح پڑھنے سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ اخلاق جو مصیبتوں کے وقت کامل راستباز کو دکھلانے چاہئیں یعنی خدا پر توکل رکھنا اور جزع فزع سے کنارا کرنا اور اپنے کام میں سست نہ ہونا اور کسی کے رعب سے نہ ڈرنا ایسے طور پر دکھلا دیئے جو کفار ایسی استقامت کو دیکھ کر ایمان لائے اور شہادت دی کہ جب تک کسی کا پورا بھروسہ خدا پر نہ ہو تو اس استقامت اور اس طور سے دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا۔

اور پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ، تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دُکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا اُن کے محتاجوں کو مال سے مالا مال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپؐ کے اخلاق دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راستباز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھلا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کے دشمنوں کے پرانے کینے یکلخت دُور ہو گئے۔ آپؐ کا بڑا بھاری خُلق جس کو آپؐ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خُلق تھا جو قرآن شریف میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے :-

قُلْ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یعنی اُن کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے یعنی اُس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سے اُن کو زندگی حاصل ہو...."

(اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۷)

کلام الامام

خُدا پر توکّل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ توکّل علی اللہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ پر توکّل کا یہ حال تھا کہ جب ایک شخص نے اکیلے پاکر آپؐ پر تلوار اُٹھائی اور آپؐ سے پوچھا اب کون تم کو مجھ سے بچا سکتا ہے؟ اُس وقت باوجود اس کے کہ آپؐ بے ہتھیار تھے اور نوجہ لیٹے ہوئے ہونے کے حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے نہایت اطمینان اور سکون سے آپ نے جواب دیا "اللہ!" یہ لفظ اِس یقین اور وثوق سے آپؐ کے مُنہ سے نکلا کہ اُس کافر کا دل بھی آپؐ کے ایمان کی بلندی اور آپؐ کے یقین کے کامل ہونے کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی اور وہ جو آپؐ کو قتل کرنے کے لئے آیا تھا آپؐ کے سامنے مجرموں کی طرح کھڑا ہو گیا (مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل) خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں انکساری کی یہ حد تھی کہ جب آپؐ سے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! آپؐ تو اپنے عمل کے زور سے خدا تعالیٰ کے فضل کو حاصل کر لیں گے۔ تو آپؐ نے فرمایا نہیں! نہیں!! مَیں بھی خدا کے احسان سے ہی بخشا جاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں مَیں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرما رہے تھے کوئی شخص اپنے عملوں سے جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔ مَیں نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپؐ بھی اپنے اعمال سے جنّت میں داخل نہیں ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا مَیں بھی اپنے اعمال کے زور سے جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں خدا کا فضل اور اس کی رحمت مجھے ڈھانک لے تو یہی ایک صورت ہے (بخاری کتاب الرقاق) پھر آپؐ نے فرمایا۔ اپنے کاموں میں نیکی اختیار کرو اور خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہیں تلاش کرو اور تم میں سے کوئی شخص اپنی موت کی خواہش نہ کیا کرے کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو زندہ رہ کر اپنی نیکیوں میں اور بھی بڑھ جائے گا اور اگر بد ہے تو زندہ رہ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق مل جائے گی (بخاری کتاب التمنی وکتاب الدعوات) خدا تعالیٰ کی محبت کی یہ حالت تھی کہ جب ایک وقفہ کے بعد بادل آتے تو آپؐ اپنی زبان پر بادل کا قطرہ لے لیتے اور فرماتے دیکھو میرے ربّ کی تازہ نعمت! جب مجلس میں بیٹھتے تو استغفار کرتے رہتے اور یوں بھی اکثر استغفار کرتے تا کہ آپؐ کی اُمّت اور آپؐ کے ساتھ تعلق رکھنے والے خدا تعالیٰ کے غضب سے بچے رہیں اور خدا تعالیٰ کی بخشش کے مستحق ہو جائیں (بخاری کتاب الدعوات و مسلم کتاب الذکر و الدعاء) ہر وقت خدا تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے کی یاد کو تازہ رکھتے۔ چنانچہ جب آپؐ سوتے تو یہ کہتے ہوئے سوتے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَ اَحْيٰ اے خدا تیرا ہی نام لیتے ہوئے مَیں مروں اور تیرا ہی نام لیتے ہوئے مَیں اُٹھوں۔ اور جب آپؐ صبح اُٹھتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے مرنے کے بعد ہم کو زندہ کیا اور پھر ہم اپنے ربّ کے

(باقی صفحہ [illegible] پر)

عربی منظوم کلام

فَاِنَّ مَلَاذِیْ مُسْتَعَانٌ یُحِبُّنِیْ   وَیَسْقِیْنِ مِنْ کَاْسِ الْوِصَالِ فَاَشْرَبُ

سو یقیناً میری پناہ تو وہ وجود ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے (اور) وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے وصال کا پیالہ پلاتا ہے سو میں پیتا ہوں

غَیُوْرٌ فَیَاْخُذُ رَاْسَ خَصْمِیْ اِذَا اعْتَدٰی   غَفُوْرٌ فَیَغْفِرُ زَلَّتِیْ حِیْنَ اُذْنِبُ

وہ غیرت مند ہے وہ میرے دشمن کو سر سے پکڑ لیتا ہے جب وہ حد سے بڑھتا ہے وہ بخشنہار ہے وہ میری لغزش کو ڈھانپ دیتا ہے جب میں قصور کرتا ہوں

وَاِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنْ رَیَاحِیْنِ غَیْرِہٖ   وَعَذَابُ شَوْکٍ مِّنْہُ عَذْبٌ وَّطَیِّبُ

مَیں اس کے غیر کی (طرف سے آنے والی) خوشبوؤں سے بھی بیزار ہوں اور اس کی طرف سے کانٹے کی تکلیف بھی (میرے نزدیک) شیریں اور عمدہ ہے

یُحِبُّ التَّذَلُّلَ وَالتَّوَاضُعَ رَبُّنَا   فَمَنْ یَّنْزِلَنْ عَنْ فَرَسِ کِبْرٍ یَّرْکَبُ

ہمارا رب تو عاجزی اور انکساری کو پسند کرتا ہے جو تکبّر کے گھوڑے سے نیچے اُتر آئے وہی شاہ سوار بن جاتا ہے

وَلِلصَّابِرِیْنَ یُوَسِّعُ اللّٰہُ رَحْمَہٗ   وَیَفْتَحُ اَبْوَابَ الْجَدٰی وَیُقَرِّبُ

اور صبر کرنے والوں کے لئے خدا اپنے رحم کو وسیع کرتا ہے اور عطا کے دروازے کھول دیتا اور قُرب بخشتا ہے

تَعَرَّفْتُہٗ حَتّٰی اَتَتْنِیْ مَعَارِفٌ   وَاِنَّ الْفَتٰی فِیْ سُؤْلِہٖ لَا یَلْغَبُ

(مجاہدہ سے) مَیں نے پے در پے رب کو طلب کیا یہاں تک کہ میرے پاس معارف آ گئے اور یقیناً باہمت انسان سوال کرنے میں نہیں تھکتا

رَئَیْنَاہُ مِنْ نُّوْرِ النَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی   وَلَوْلَاہُ مَا تُبْنَا وَلَا نَتَقَرَّبُ

ہم نے اس (خدا) کو نبی مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے ذریعہ پالیا۔ اگر وہ نبی نہ ہوتا تو نہ ہم رجوع (اِلی اللہ) کرتے اور نہ ہم (خدا کے) مقرب بنتے

(کرامات الصّادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴)

فارسی منظوم کلام

ہیچ چیزے چو ذاتِ بے چوں نیست جگرے خوں شود کزو خوں نیست

کوئی چیز بھی اس بے مثل ذات کی مانند نہیں وہ دل تباہ ہو جائے جو اُس کی محبت میں خون نہیں ہوتا

گنج ہائے جہاں فدائے نگار بہ ز صد گنج خاکِ پائے نگار

سارے جہان کے خزانے اس معشوق پر قربان ہیں معشوق کے پَیروں کی خاک سینکڑوں خزانوں سے بہتر ہے

ہر چہ از دستِ اُو رسد آں بہ! خارِ اُو از ہزار بُستاں بہ!

جو کچھ بھی اس کے ہاتھ سے پہنچے وہی اچھا ہے اس کا ایک کانٹا ہزار گلزار سے بہتر ہے

ذِلّت از بہرِ اُو ز عِزّت بہ! قِلّت از بہرِ اُو ز کثرت بہ!

اس کی خاطر ذلّت برداشت کرنا عزّت سے بہتر ہے اس کی خاطر غربت اختیار کرنا دولتمندی سے بہتر ہے

مُردن از بہرِ اُو حیاتِ مدام صد لذائذ فدائے آں آلام

اس کی خاطر مرنا ہمیشہ کی زندگی ہے ان تکلیفوں پہ سینکڑوں لذّتیں فدا ہیں

اَیکہ در کوئے دِلستاں گذری باوفا باش ارزِ جاں گذری

اے وہ شخص! جو دِلبر کے کُوچے میں سے گزر رہا ہے تُو باوفا بن رہ خواہ جان ہی چلی جائے

صادقانے کہ طالبِ یار اند جاں فشاناں ز بہرِ دلدار اند

وہ راستباز جو یار کے چاہتے والے ہیں وہ تو دِلدار کے لئے جان قربان کر دیتے ہیں

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۳۷۰)

اُسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ایک اہم پہلو — توکّل علی اللہ

آپؐ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا اِنتہائی مقام اور اس کی تاثیرات

نصر اللہ خان ناصر (ایڈیٹر)

"ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواضعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کرکے کھلا کھلا شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن' اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔" (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ رب ذوالجلال سے کامل محبت کی مظہر ہے۔ آپ کی عبادات' ذکر الٰہی آپ کی دعائیں اور ہر نوع کی قربانیاں سب محبت الٰہی کی غرض سے تھیں۔ آپ نے اپنا سب کچھ وجود باری تعالیٰ میں ہی کھو دیا اور پھر قیام توحید کیلئے تو جان کی بازی لگا دی۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیام توحید کیلئے ہی استقلال و استقامت اور ثابت قدمی سے گزرا۔ ہر قسم کے ظلم' صبر و استقامت سے برداشت کئے مگر اس کی راہ وفا پر قائم رہے اور محبت الٰہی کی رفعتوں میں بڑھتے چلے گئے چنانچہ آپ کو اپنے رب کریم پر کامل یقین اور اعتماد تھا اور آپ نے توکل علی اللہ کے ثمرات قدم قدم پر حاصل کئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں توکل کا پہلو درحقیقت محبت الٰہی کو ہی ظاہر کرتا ہے۔ اور آپ کا توکل علی اللہ کہیں بھی تدبیر اور جدوجہد سے خالی نہ تھا۔ قرآن کریم نے تدبیر و اسباب اور توکل کو ایک ساتھ بیان کرکے انہیں ایک دوسرے سے لازم و ملزوم قرار دیا ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام کا توکل بھی ایسا ہی تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں اسباب تدبیر اور جدوجہد اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ توکل کی ہدایت فرمائی اور ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوہ حسنہ ہے۔ کہ آپ نے ہر مرحلہ پر اسباب و تدابیر اور ممکن ذرائع کو اختیار کیا اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کیا۔ توکل کیا ہے